التحفة الثمينة في احكام الوليمة

یعنی ولیمہ کے شرعی احکام

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

التحفة الثمينة في احكام الوليمة

یعنی

فہرست ولیمہ کے شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التحفة الثمينة في احكام الوليمة

یعنی ولیمہ کے شرعی احکام

الحمدُ لِلّٰہِ ربِّ العَالَمينَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ علٰى سَيِّد المُرسَلِينَ وعَلٰى آلہٖ وَصَحْبِہِ الطاهِرِينَ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُم بِإحسَانٍ إلٰى يَومِ الدِّينِ :

امابعد، یہ بات مخفی نہیں کہ ولیمہ ایک اہم سنت ہے، جس کی احادیث میں تاکید وارد ہوئی ہے، نیز اس سلسلہ میں اسلام میں بعض احکامات بھی دئے گئے ہیں، یہاں مختصراً احادیث کی روشنی میں ان کو لکھا جاتا ہے۔ واللہ الموفق والمعین ۔

ولیمہ کے معنے

ولیمہ عربی کے لفظ " وَلْم "یا "وَلَم " سے مأخوذ ہے، اوراس کے کئی معنے آتے ہیں: ایک ''اجتماع''، یعنی جمع ہونے کے ہیں، کہا جاتا ہے: " أولم الرجل: إذا اجتمع خلقه وعقله" ، ایک معنے اس کے قید کے آتے ہیں، اور ایک معنے دھاگہ جس سے باندھا جاتا ہے۔ (۱)

ولیمہ کو ولیمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ''ولیمہ'' زوجین کے اجتماع کے وقت کیا جاتا ہے، یا یہ کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں، علامہ البجیرمی فرماتے ہیں: وسُمِّيَتُ بذلك لما فيها من اجتماع الزوجين أو لما فيها من الاجتماع على الطعام ". (۲)

اعانۃ الطالبین میں ہے کہ :" الوليمة مأخوذة من الولم وهو الاجتماع

(۱) لسان العرب: ۱۲/۶۴۳ (۲) حاشیۃ البجیرمی: ۳/۴۳۰

لان الناس یجتمعون لھا" (۱)

اور اگر اس کے معنے دھاگے کے ہوں تو ولیمہ کو ولیمہ کہنے کی وجہ علامہ زمخشری نے یہ بیان کی ہے کہ "ولم" دھاگے کو کہتے ہیں جس سے باندھا جاتا ہے؛ کیونکہ ولیمہ زوجین کے ملنے کے وقت کیا جاتا ہے (یعنی دونوں کو اس سے باندھا جاتا ہے)۔ (۲)

اور اگر اس کے معنی قید کے ہیں تو اس کی وجہ ظاہر ہے، وہ یہ کہ ولیمہ زوجین کو ایک دسرے کے لیے مقید کر دیتا ہے۔ پہلے تو یہ ایک دوسرے سے آزاد تھے اور اب ہر معاملہ میں ایک دوسرے سے مقید ہو گئے۔

اور شرعاً ولیمہ کے معنے ہیں نکاح یا زفاف کی دعوت کا کھانا، علماء فرماتے ہیں:"الولیمة اسم لطعام العُرس" (کہ ولیمہ نام ہے زفاف کے کھانے کا) لہٰذا دوسری دعوتوں کے کھانوں کو ولیمہ نہیں کہا جائے گا۔ (۳)

اس میں جو عرس کا لفظ آیا ہے یہ عین پر پیش کے ساتھ ہے، اور اس کے معنے نکاح یا زفاف کے ہیں، لہٰذا نکاح کی خوشی میں یا زفاف کے موقعہ پر جو کھانا کھلایا جائے اس کو ولیمہ کہتے ہیں ۔ چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ولیمہ کے معنے ہیں ضیافتِ تزویج (شادی کی ضیافت) (۴)

لیکن بعض فقہاء نے کہا کہ ولیمہ ہر اس کھانے کے کا نام ہے جو کسی بھی خوشی پر کھلایا جائے، جیسے ختنہ کے موقعہ پر یا کسی کے آنے پر یا کسی چیز کے خریدنے پر وغیرہ، لہٰذا دیگر تقریبات کے کھانوں کو بھی ولیمہ کہا جا سکتا ہے، ہاں ولیمہ کا لفظ عام

(۱) اعانۃ الطالبین: ۳/۳۵۷ (۲) الفائق: ۴/۶۶ (۳) الانصاف للمرادی: ۸/۳۱۵، المغنی: ۷/۲۱۲
(۴) بدائع الصنائع: ۵/۲۷، الزرقانی علی المؤطا: ۳/۲۰۶

طور پر شادی کے بعد کھلائے جانے والے کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔(۱)

مگر جمہور نے اس قول کی تردید کی ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا کہ ’’اس سلسلہ میں اہل لغت کا قول ہی زیادہ قوی ہے؛ کیونکہ وہ لوگ اہل زبان ہیں اور لغت کے معانی کو وہ زیادہ جانتے اور عربی زبان سے بھی زیادہ واقف ہیں۔(۲)

علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ ’’ابن عبدالبر نے اہل لغت سے نقل کیا ہے، اور یہی بات خلیل وثعلب سے بھی منقول ہے اور جوہری وابن الاثیر نے بھی اسی پر جزم کیا ہے کہ ولیمہ خاص طور پر شادی کے کھانے کا نام ہے، اور ابن رسلان نے کہا کہ اہل لغت کا قول ہی زیادہ قوی ہے؛ کیونکہ وہ لوگ اہل زبان ہیں اور لغت کے معانی کو وہ زیادہ جانتے اور عربی زبان سے بھی زیادہ واقف ہیں۔(۳)

حکمت ولیمہ

ولیمہ کی مشروعیت کس حکمت کی بنیاد پر ہے؟ اس سلسلہ میں مالکی فقیہ علامہ ابو عبداللہ المغربی نقل کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ: امام ربیعہ فرمایا کرتے تھے کہ ولیمہ نکاح کے ثبوت واظہار اور اس کی پہچان کے لیے مستحب قرار دیا گیا؛ کیونکہ گواہ تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔ امام ابن رشد نے اس کو نقل کر کے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسی وجہ وعلت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کا حکم دیا ہے۔(۴)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

” قال الباجي :أمر رسول الله ﷺ بالوليمة لما فيها من اشتهار النكاح مع ما يقترن بها من مكارم الأخلاق ، قال ابن مزين عن مالك: استحب

(۱) اعانۃ الطالبین: ۳/۳۵۷، الاقناع: ۲/۴۲۷، الوسیط للغزالی: ۵/۲۷۵ (۲) المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۱ (۳) نیل الاوطار: ۶/۳۲۲ (۴) مواہب الجلیل: ۴/۲

الإطعام في الوليمة و كثرة الشهود ليشتهر النكاح ويثبت معرفته.[1]

(امام باجیؒ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کا حکم اس لیے دیا کہ اس میں نکاح کی شہرت کے علاوہ مکارم اخلاق کا بھی ساتھ ہے، اور ابن المزین نے نقل کیا کہ امام مالک نے کہا کہ ولیمہ میں کھانا کھلانا اور زیادہ گواہوں کا حاضر ہونا اس لیے مستحب ہے کہ نکاح کی شہرت ہو اور اس کی جانکاری باقی رہے)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے نکاح کے اسلامی طریق کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"إنما اختص المسلم أن اللّٰه تعالى أمر في النكاح أن يميز عن السفاح كما قال تعالى: ﴿**محصنين غير مسافحين ولا متخذی أخدان**﴾ وقال: ﴿**محصنات غير مسافحات ولا متخذات أخدان**﴾ فأمر بالولي والشهود و نحو ذلك مبالغةً في تمييزه عن السفاح ، وصيانةً للنساء عن التشبه بالبغايا، حتى شرع فيه الضرب بالدف والوليمة الموجبة لشهرته".

(مسلمان اس بات میں مخصوص ہے کہ اللہ نے نکاح کو سفاح یعنی زنا سے ممتاز کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالے نے فرمایا کہ "نکاح کرنے والے نہ کہ محض شہوت پوری کرنے والے، اور نہ چھپی آشنائی کرنے والے" اور نیز فرمایا کہ: "نکاح کرنے والیاں نہ کہ محض شہوت پوری کرنے والیاں، اور نہ چھپی آشنائی کرنے والیاں" پس اللہ نے اس کے لیے نکاح میں ولی و ذمہ دار اور گواہوں وغیرہ امور کا حکم دیا ہے تا کہ نکاح خوب اچھی طرح سفاح یعنی زنا سے ممتاز ہو جائے اور پاکباز عورتیں، فاحشہ و زناکار عورتوں سے ممتاز ہو جائیں، اسی لیے شریعت نے دف بجانے اور ولیمہ

(۱) الزرقانی علی المؤطا: ۲۰۸/۳

کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ نکاح کی شہرت کا باعث ہیں)(۱)

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

" إن الشارع اشترط للنكاح شروطاً زائدةً على العقد ، تقطع عنه شبه السفاح ، كالإعلام والولي، ومنع المرأة أن تليه بنفسها ، وندب إلى إظهاره حتى استحب فيه الدف والصوت والوليمة ، لأن في الإخلال بذلك ذريعةً إلى وقوع السفاح بصورة النكاح".

(شارع علیہ السلام نے نکاح کے لیے مطلق عقد پر چند زائد شرطیں لگائی ہیں جن سے سفاح وزنا کا شبہ ختم ہو جائے، جیسے اعلان کرنا اور ولی کا ہونا، اور یہ کہ عورت کو خود نکاح کر لینے سے منع کیا اور نکاح کو شہرت دینا مستحب قرار دیا، حتی کہ اس میں دف اور آواز اور ولیمہ کو مستحب قرار دیا، اس لیے کہ ان میں خلل ڈالنا بصورت نکاح، سفاح وزنا کے وجود میں آنے کا ذریعہ بن جاتا ہے)۔(۲)

الحاصل شریعت مطہرہ نے نکاح کے ساتھ ولیمہ کو دو وجہ سے مشروع کیا ہے، ایک تو یہ کہ ولیمہ کے ذریعہ نکاح کا اعلان واشتہار ہو جائے اور لوگوں میں یہ بات پھیل جائے کہ اس مرد کا اس عورت سے نکاح ہو گیا، کیونکہ نکاح میں جو گواہ ہوتے ہیں وہ آج نہیں تو کل موت کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ان کے بعد گواہی کی ضرورت پیش آئے تو دوسرے لوگوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ نکاح اور سفاح یعنی زنا میں کامل امتیاز مقصود ہے، زنا کرنے والے عام طور پر چھپ کر زنا کرتے ہیں، اس لیے شریعت نے اس میں اور نکاح میں امتیاز کرنے کے لیے نکاح میں اعلان واظہار کو مشروع کیا، اور اسی اعلان واظہار کے

---

(۱) مجموع الفتاوی: ۲۹/ ۱۳، الفتاوی الکبری: ۴/ ۵، القواعد النورانیۃ: ۱/ ۱۰۹ (۲) إعلام الموقعین: ۳/ ۱۴۱، إغاثۃ اللہفان: ۱/ ۳۶۵

لیے دف بجانے اور ولیمہ کرنے کو مستحب ٹھہرایا۔

ضیافت کی قسمیں

یہاں اس کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ عربی میں ضیافت کی آٹھ قسمیں ہیں، اور بعض نے دس، اور بعض نے گیارہ و بارہ اقسام کا ذکر کیا ہے، اور اس سلسلہ میں ان ضیافتوں کے ناموں اور ان کی تفسیر میں کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے، ہم اکثر حضرات نے جو لکھا ہے اس کا ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

(۱)" الولیمة "، یہ شادی کی ضیافت ہے۔

(۲)"الخُرس" یا"الخُرص" ، (خا پر پیش کے ساتھ) عورت کے بچہ جننے پر کی جانے والی ضیافت۔

(۳)"الإعذار"، (ہمزہ پر زیر) ختنہ کی دعوت۔

(۴)"الوکیرة"، عمارت کے بنانے یا خریدنے پر ضیافت۔

(۵)"النقیعة"، کسی کے سفر سے آنے پر کی جانے والی ضیافت۔

(۶)"العقیقة"، پیدائش کے ساتویں دن کی ضیافت۔

(۷)"الوضیمة"، مصیبت و ماتم کے وقت کی ضیافت۔

(۸)"المأدُبة"، (دال پر پیش) بلاسبب کی جانے والی دعوت۔

(۹)"الحِذاق"، (حا پر زیر) بچہ کے حافظ ہونے پر یا عقل و علم میں کامل ہونے پر کی جانے والی دعوت۔

(۱۰)"التحفة"، کسی کے آنے پر ضیافت۔(۱)

---

(۱) دیکھو: شرح مسلم للنووی: ، فتح الباری: ۱۴۲/۹، الانصاف للمرادی: ۳۱۶/۸، مغنی المحتاج: ۴۴/۳ ۲، التمہید لابن عبدالبر: ۱۸۲/۱۰، المطلع: ۳۲۸/۱، تحفة المودود: ۶/۱ ۷

ان ضیافتوں کا کیا حکم ہے؟ جائز یا ناجائز، ولیمہ کے حکم کے تحت ہم اس کو بھی بیان کریں گے۔

ولیمہ کا حکم

ولیمہ کا حکم کیا ہے؟اس میں اختلاف ہے،امام مالک سے ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے،امام قرطبی نے اس کو نقل کیا ہے،اسی طرح ابن التین نے امام احمد کا ایک قول وجوب کا نقل کیا ہے،امام شافعی سے بھی ''بحر'' میں ایک قول یہی نقل کیا گیا ہے،اور ابن حزم الظاہری نے یہی قول اہل ظاہر کا بتایا ہے۔لیکن امام مالک و امام احمد و امام شافعی سب کا صحیح قول سنت و مستحب ہونے کا ہے۔اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔

اسی لیے علامہ ابن بطالؒ نے فرمایا کہ :" لا أَعْلَمُ أحداً أوْ جَبَهَا"(میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کو واجب کہا ہے)اگر چہ ابن بطال کا یہ قول علی الاطلاق صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اس سلسلہ میں بعض کا قول وجوب کا بھی ہے، تاہم جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ سنت یا مستحب ہے۔(۱)

ولیمہ کے سنت ہونے کی دلیل

جمہور علماء نے ولیمہ کی سنیت پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(۱) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه : أن عبد الرحمن بن عوف جاء إلی النبي ﷺ ، وبه أثَر صُفرة ،فسأله رسول اللّٰہ ﷺ ، فأخبره أنّه تزوج امرأةً من الأنصار ،قال: کم سُقتَ إلیها ؟ قال زنةَ نواةٍ من ذَهَب ،قال النبي ﷺ :أوْلِمْ ولو بِشَاةٍ.

(۱)تفصیل کے لیے دیکھو:فتح الباری:۹/۲۳۰،شرح مسلم:۴۵۸،نیل الاوطار:۶/۳۲۲

(حضرت انس بن مالک چھاروایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ف ؓاللہ کے ر ل ﷺکی خدمت میں آئے ،اوران پر پیلا نشان تھا،آپ نے ان چھاپوسے کہ یہ کیا ہے؟انہوں نےستد کہ ایک انصاری رت چھاضرح کرمٰن ہے،آپ ﷺنے فرمایا کہ تم نے (مہر میں)اس کوللہ :یا؟انہوں نےستد کہ ایک یم رکی گٹھلی برابر نا،آپ نے فرمایا کہ '' أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ''(ومیں کرواگر چہ کہ ایک بکری ہی چھاہو)۔

اس حدیث چھاجمہورائمہ وعلماءنے ا کہالال کیا ہے کہ ومیں سنت ہے، کیونکہ حکم کرکھجوﷺنے نکات عبدالر لیابن ف کواس کا نبی :یا ہے۔یہ نبی اس کے اہم ہونے اور باعث فضیلت ہونے کی طرف مشیر ہے۔

(۲) نکات ابو ہریرہ چھامروی ہے کہ ر ل اکتناﷺنے فرمایا کہ '' اَلْوَلِيْمَةُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ ،مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْعَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ''(ومیں حق اور سنت ہے جس کو ومیں کی : ت :ی جائے اور وہ ل نہ کرے تو اس نے اکتنااوراس کے ر ل کی نافرمانی کی)

اس حدیث کے بارے لیمہ مہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند لیمہ یحی بن عثمان تیمی ہیں ،ابوحاتم اورابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور بخاری وغیرہ نے تضعیف کی ہے،اوراس کے باقی راوی ''صحیح بخاری'' کے راوی ہیں۔

(۳) نکات ابن عمر ر اکتناعنہ چھامروی ہے کہ ر ل اکتناﷺ نے فرمایا کہ ومیں حق ہے، ااس کی : ت :ی جائے اور وہ ل نہ کرے اس نے اکتناو ر ل کی نافرمانی کی۔

بخا د للفظ مسلم د ترمذ د نسائی د ... بن جسے ماجہ د حمد جسے ... لا سطاد ... سنن بیہقی د

ان احادیث میں حق بمعنی واجب نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک حدیث میں حق کے ساتھ اس کو سنت بھی فرمایا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا معلوم ہوا کہ یہ سنت ہے، علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ ولیمہ کو حق کہنے کا مطلب واجب وضروری نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ باطل نہیں ہے، مندوب ومستحب ہے اور اس کا ادا کرنا فضیلت ہے۔(۱)

(۴) دوسرے ان حضرات نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں اللہ کے رسول ﷺ کا اپنے نکاحوں کے بعد بلاتخلف ولیمہ کرنے کا ذکر آیا ہے، چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے نکاحوں کے بعد اہتمام کے ساتھ ولیمہ فرمایا ہے:

۞ حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ کیا، اس کا ذکر امام بخاری نے اپنی صحیح میں متعدد جگہوں پر کیا ہے۔(۲)

۞ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کا ذکر امام بخاری نے اپنی صحیح میں متعدد جگہوں پر کیا ہے۔(۳)

۞ نیز بعض اور عورتوں سے نکاح کے بعد ولیمہ کا ذکر بغیر نام کی تصریح کے

---

(۱) فتح الباری: ۹/۲۳۰ (۲) کتاب الصلاۃ میں برقم حدیث: ۳۵۸، اور کتاب الجہاد میں برقم: ۲۶۷۹، ترمذی نے کتاب النکاح میں برقم حدیث: ۱۰۱۵، نسائی نے کتاب النکاح میں برقم: ۳۳۲۷ و ۳۳۲۹، ابو داؤد نے کتاب الاطعمہ میں برقم: ۳۲۵۳، ابن ماجہ نے کتاب النکاح میں برقم: ۱۸۹۹، امام احمد نے مسند میں برقم: ۱۱۵۵۴ و ۱۲۱۵۵ و ۱۳۰۸۶، کیا ہے۔

(۳) کتاب النکاح میں برقم: ۴۷۵۷، و ۴۷۶۸ و ۴۷۷۰، تفسیر میں برقم: ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، کتاب الاطعمہ میں برقم: ۵۰۴۴، کتاب الاستئذان میں برقم: ۵۷۶۹ و ۵۷۷۹، اور امام مسلم نے کتاب النکاح میں برقم: ۲۵۶۵-۲۵۷۰، امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں برقم: ۳۱۴۳، اس کا ذکر کیا ہے۔

بھی آیا ہے، امام بخاری نے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا کہ **أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰی بَعْضِ نِسَاءِهٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ** "(نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض عورتوں کا ولیمہ دو مد جو سے کیا)(۱)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ کون زوجہ تھیں مجھے معلوم نہیں ہوا، اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (۲)

❁ حضرت میمونہ بنت الحارث سے آپ کا حالت احرام میں نکاح کرنے اور مکہ میں مقام سرف میں ان کا ولیمہ کرنے کا ذکر متعدد کتبِ حدیث میں ہے۔ (۳)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ولیمہ کا اہتمام کیا ہے، لہٰذا یہ آپ کی سنت ہے۔

قائلین وجوب کے دلائل

جن حضرات نے ولیمہ کو واجب قرار دیا ہے جیسے اہل ظاہر وغیرہ، ان حضرات نے اس پر کئی طریقوں سے دلیل پکڑی ہے:

(۱) ایک دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امر کے الفاظ سے یہ حکم دیا کہ ولیمہ کرو، اور امر وجوب کے لیے آتا ہے، لہٰذا ولیمہ واجب ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ولیمہ کو حق فرمایا ہے، اور حق کے معنی واجب کے ہیں، جیسے اور مواقع پر یہ لفظ واجب ہی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**لا بُدّ لِلعَرُوْسِ مِنْ وَلِیْمَةٍ**"(کہ نوشا کے لیے ولیمہ ضروری ہے)(۴)

---

(۱) بخاری: ۴۷۷۴ (۲) فتح الباری: ۹/۲۳۹ (۳) حاکم: مستدرک: ۴/۳۳، شرح معانی الآثار: ۲/۲۶۹، معجم الکبیر: ۱۱/۳۱۷، تاریخ طبری: ۲/۱۴۳ (۴) مسند احمد: ۲۱۹۵۷، معجم کبیر: ۲/۲۰، سنن بیہقی: ۶/۷۲، مسند الرویانی: ۱/۷۶

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں اس حدیث کا امام احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو ''لا بأس بہ'' کہا ہے۔(۱)

اور علامہ ہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں عبد الکریم بن سلیط ہیں اور ان پر کسی نے جرح نہیں کی، لہٰذا وہ مستور ہیں، اور باقی راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔(۲)

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، لہٰذا خود ولیمہ بھی واجب ہونا چاہئے۔

پہلی دلیل کا جواب

مگر جمہور علماء کو اس قول وخیال سے اتفاق نہیں ہے، وہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ پہلی دلیل میں عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کو امر کرنے سے یہ لازم نہیں کہ ولیمہ واجب ہو، کیونکہ امر جس طرح وجوب کے لیے آتا ہے اسی طرح کبھی استحباب یا جواز وغیرہ کے لیے بھی آتا ہے، لہٰذا اس جگہ وجوب کے لیے ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے، وہ یہ کہ ولیمہ کا حکم نبی کریم ﷺ نے صرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کو دیا ہے جبکہ اور بھی بہت سے صحابہ کی شادیاں ہوئیں مگر آپ نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا، اگر یہ واجب ہوتا تو دوسرے صحابہ کو بھی حکم فرماتے۔

یہی جواب حضرت امام شافعی نے دیا ہے، چنانچہ امام شافعی نے فرمایا کہ:

" إني لم أعلم أن النبي ﷺ ترك الوليمة على عرس ،ولم أعلمه أولم على غيره ،وأن النبي ﷺ أمر عبد الرحمن بن عوف أن يولم ولو بشاة ، ولم أعلمه أمر بذلك أحداً غيره. (۳)

(میں نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی نکاح میں ولیمہ ترک کیا ہو، اور میں یہ

---

(۱) (فتح الباری: ۹/ ۲۳۰) (۲) مجمع الزوائد: ۴/ ۵۹ (۳) کتاب الأم للامام الشافعی: ۶/ ۱۸۱

بھی نہیں جانتا کہ آپ نے کسی اور کا ولیمہ کیا ہو، اور آپ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ ولیمہ کرو اگر چہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو، لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ نے ان کے سوا کسی اور کو اس کا حکم دیا ہو)

دوسری دلیل کا جواب

دوسری دلیل کا جواب گزر چکا ہے کہ حق واجب کے معنی میں نہیں ہے، اگر چہ بعض موقعوں پر حق بمعنی واجب بھی آتا ہے، مگر ہر جگہ ایسا نہیں ہے، اور یہاں وجوب کے معنے نہ ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں اس کو سنت بھی کہا گیا ہے۔ نیز آپ نے تمام صحابہ کو یہ حکم نہیں دیا، اگر یہ واجب ہوتا تو سب کو حکم دیتے۔

تیسری دلیل کا جواب

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ " لا بد " کا لفظ وجوب پر صریح نہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ " **لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بِلَيْلٍ وَلَوْ حَلَبَ شَاةٍ** " (رات میں نماز پڑھنا لازم ہے اگر چہ بکری کا دودھ دوہنے کے برابر ہی کیوں نہ ہو) (۱)

علامہ الہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہیں اور وہ مدلس ہیں، اور بقیۃ راوی ثقہ و قابل اعتبار ہیں۔ (۲)

سب جانتے ہیں کہ رات میں اُٹھ کر نماز پڑھنا واجب و ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف مستحب و پسندیدہ ہے، اس کے باوجود آپ نے اس کو " لابد " سے تعبیر فرمایا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو راستوں پر بیٹھک کرنے سے منع فرمایا، تو صحابہ نے عرض کیا : " **مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ** " (کہ ہمارے لیے

(۱) مسند الفردوس: ۲۱۲/۵، معجم کبیر: ۲۷۱/۱ (۲) مجمع الزوائد: ۲۵۲/۲

یہ مجالس ضروری ہیں)اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں : " **لا بد من مجالسنا** "
(ہماری یہ مجلسیں ضروری ہیں)اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر راستے کا حق ادا کرو۔(۱)

اس حدیث میں صحابہ کا اپنی ان بیٹھکوں کو" لا بد "سے تعبیر کرنا شرعی واجب و ضروری کے معنے میں ہرگز نہیں ہوسکتا ،جیسا کہ ظاہر ہے، بلکہ یہاں اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ یہ مجالس ہماری نظر میں اہمیت رکھتی ہیں ،اسی طرح اس جگہ " لا بد" کے معنے اہم کے ہیں اور یہ سنت پر بھی اطلاق کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ سنت بھی دین میں اہم مقام رکھتی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب

رہی آخری دلیل تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ تمام علماء کا متفقہ مسلک نہیں ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، بلکہ اس میں ایک قول مستحب ہونے کا بھی ہے،جیسا کہ ''فتح الباری''میں ہے۔(۲)

ثانیاً یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ کسی چیز کے جواب میں قبول کرنا ضروری ہوتو اصل بھی ضروری ہو،سلام کا جواب دینا تو واجب ہے مگر خود سلام کرنا سنت ہے،یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سلام کا جواب دینا جب واجب ہے تو خود سلام کرنا بھی واجب ہونا چاہئے ،اسی طرح ولیمہ کی ضیافت کا قبول کرنا واجب ہے مگر خود ولیمہ کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت یا مستحب ہے۔

الغرض ولیمہ کے بارے میں جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، البتہ ایک اہمیت کی حامل نیکی ہے،اس لیے سنت یا مستحب کا درجہ رکھتی ہے۔

دیگر ضیافتوں کا حکم

ولیمہ کے علاوہ دیگر ضیافتوں کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کے مابین

(۱) دیکھو: بخاری:۶۱۷۵، مسلم:۴۰۲۱،ابوداؤد:۴۱۸۱، جامع معمر:۲۰/۱۱،(۲) فتح الباری:۲۴۲/۹

اختلاف ہے، بعض حضرات علماء نے کہا کہ تمام قسم کی دعوتیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، مستحب ہیں، علامہ ابن قدامہ اپنی کتاب ''الکافی'' میں کہتے ہیں کہ دیگر ضیافتیں مستحب ہیں، کیونکہ اس میں کھانا کھلانا اوراظہار نعمت ہے۔(۱)اسی طرح الشربینی الشافعی نے لکھا ہے کہ یہ سب ضیافتیں مستحب ہیں۔(۲)

اور''الانصاف''میں مرداوی نے حنابلہ کے تین قول ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ یہ سب ضیافتیں مستحب ہیں، دوسرا یہ کہ مباح و جائز ہیں، اوراسی کوحنابلہ کا صحیح مذہب اور جمہوراصحاب کا قول اوراکثر کا مختارقول بتایا ہے۔اور تیسرا قول یہ کہ ختنہ کی دعوت مکروہ ہے، بعض علماء سے اس کونقل کیا ہے۔(۳)

اور''روضۃ الطالبین''میں ہے کہ بعض حضرات نے ان ساری ضیافتوں کے واجب ہونے کا بھی ایک قول امام شافعی کے کلام سے تخریج کیا ہے۔(۴)

سنت یا مستحب ضیافتیں

لیکن غور کرنے سے صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا حکم ایک نہیں ہے، بلکہ ان میں سے بعض سنت ہیں اور بعض جائز ہیں اور بعض مکروہ ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان دعوتوں میں سے بعض کے بارے میں احادیث میں تاکید پائی جاتی ہے۔مثلاً:

❁ مہمان مسافر کی آمد پر اس کی ضیافت کے بارے میں آیا ہے کہ :''مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ'' (جواللہ پراورآخرت کے دن پرایمان رکھتا ہواس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے)(۵)

(۱)الکافی:۳/۱۲۰(۲)مغنی المحتاج:۳/۲۴۵(۳)الانصاف:۳/۳۱۹(۴)روضۃ الطالبین:۷/۳۳۳(۵)بخاری:۵۵۵۹،مسلم:۶۷،ابوداؤد:۷۴۸۷،ترمذی:۲۴۲۴

❁ عقیقہ کے بارے میں بھی احادیث موجود ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کسی کے بچہ پیدا ہو (تو عقیقہ کرے یا نہ کرے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ " **من أحب أن ينسک عن ولده فلينسک عنه عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجارية شاة** "(جو اپنے بچہ کی جانب سے جانور ذبح کرنا چاہے وہ لڑکے کی طرف سے برابر کی دو بکریاں دے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری دے)(۱)

حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **کل غلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويسمى و يحلق رأسه.** (ہر بچہ اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی ہوتا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے)(۲)

نیز حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن و حضرت حسین کا عقیقہ دو مینڈھوں سے کیا۔(۳) اسی طرح حضرت علی اور حضرت بریدہ سے بھی مروی ہے۔(۴)

معلوم ہوا کہ عقیقہ مشروع ہے، اور جمہور علماء کا قول بھی یہی ہے، پھر بعض نے اس کو سنت اور بعض نے واجب کہا ہے۔(۵)

البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ عقیقہ مکروہ و بدعت ہے، امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں ابراہیم نخعی اور محمد بن الحنفیہ سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ جاہلیت میں تھا، جب اسلام آیا تو وہ ختم کر دیا گیا۔(۶)

---

(۱) نسائی: ۴۱۴۱، ابو داؤد: ۲۸۴۵، مسند احمد: ۶۴۲۶ (۲) ترمذی: ۱۴۴۲، ابو داؤد: ۲۴۵۴، ابن ماجہ: ۳۱۵۶، نسائی: ۴۱۴۹، احمد: ۱۹۲۷۴، دارمی: ۱۸۸۷ (۳) نسائی: ۴۱۴۸، ابوداؤد: ۲۴۵۸
(۴) ترمذی: ۱۴۳۹، نسائی: ۴۱۴۲، احمد: ۲۱۹۲۳ (۵) التمہید لابن عبد البر: ۳۱۱/۴-۳۱۲، الوسیط للغزالی: ۱۵۲/۷، المجموع: ۳۳۹/۸ (۶) کتاب الآثار: ۲۳۸/۱

۞ سفر سے واپسی پر ضیافت کا ذکر بھی حدیث میں ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک اونٹ یا ایک گائے ذبح فرمائی۔(۱)

امام ابو داؤد نے اس حدیث پر باب ان الفاظ سے باندھا ہے: " باب الإطعام عند القدوم من السفر" (سفر سے آنے پر کھانا کھلانے کا بیان) شارح ابو داؤد شیخ شمس الحق کہتے ہیں کہ یہ حدیث سفر سے آنے پر دعوت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، اور اس دعوت کو نقیعہ کہتے ہیں۔(۲)

۞ کسی شخص کے وارد ہونے پر ضیافت کرنا جس کو "تحفہ" کہا جاتا ہے، یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں آپ کے کسی صحابی کے یہاں تشریف لے جانے پر ان کی طرف سے ضیافت کا اہتمام وارد ہوا ہے، جیسے حضرت ابوطلحہ کے یہاں آپ کے جانے پر ان کی ضیافت کا ذکر آیا ہے۔(۳)

اسی طرح حضرت ابوالہیثم کا آپ ﷺ کی اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تشریف آوری پر اولاً کھجور وانگور سے خاطر تواضع فرمائی، پھر بکری ذبح کر کے سالن اور اس کے ساتھ روٹیاں تیار فرمائی۔(۴)

۞ میت کے گھر والوں کے لیے ضیافت کرنا، یہ بھی مشروع ہے، اور اس کا احادیث میں ذکر بھی آیا ہے اور حکم بھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **اصنعوا لأهل جعفر طعاماً، فإنه قد جاء هم ما يشغلهم** " (جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا بناؤ، کیونکہ ان کو ایسی بات پیش آ گئی ہے جو ان کو

---

(۱) ابو داؤد: ۳۲۵۵، مسند احمد: ۱۳۶۹۷ (۲) عون المعبود: ۱۰/۱۵۲ (۳) صحیح ابن حبان: ۲/ ۹۵
(۴) مسلم: ۳۷۹۹، ترمذی: ۲۲۹۲

مشغول رکھنے والی ہے)(۱)

یہ دعوتیں اسلام میں اہمیت رکھتی ہیں ،ان کا ایک مقام اور درجہ ہے ،بعض کا سنت کا اور بعض کا استحباب کا ،اور بعض کے بارے میں جیسا کہ گزرا اختلاف کیا گیا ہے کہ سنت ہے یا واجب؟ بہر حال اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اہمیت ہے۔

مکروہ دعوتیں

مذکورہ ضیافتوں میں سے بعض دعوتیں کراہت سے خالی نہیں ، مثلاً ماتم و مصیبت کی دعوت ،جس کو''الوضیمۃ'' کہا جاتا ہے،اس سے اگر یہ مراد ہے کہ دوسرے لوگ رشتہ دار وغیرہ میت کے گھر والوں کی ضیافت کریں تو یہ مشروع ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا،اور اگر یہ مراد ہے کہ خود اہل میت دوسرے لوگوں کے لیے ضیافت کریں تو یہ ناجائز ہے۔

اس کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی فرماتے ہیں کہ '' **كُنَّا نَرَى الِاجْتِمَاعَ إِلىٰ أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ** ''(ہم یعنی صحابہ اہل میت کے پاس جمع ہونے اور کھانا بنانے کو نیاحت یعنی چیخ پکار کر رونے کے برابر سمجھتے تھے)(۲)

علامہ کنانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے، ابن ماجہ نے دوسندوں سے اس کو روایت کیا ہے،ان میں سے ایک سند کے راوی بخاری کی شرط پر ہیں اور دوسری کے مسلم کی شرط پر۔(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میت و ماتم کے کھانے کو ناجائز و گناہ خیال کرتے تھے ۔علامہ سندھی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ صحابی کا یہ فرمانا کہ ہم ایسا خیال

---

(۱) ترمذی:۹۱۹،ابوداؤد:۲۷۲۵،ابن ماجہ:۱۵۹۹ (۲) ابن ماجہ:۱۶۰۱

(۳) مصباح الزجاجہ:۲/۵۳

کرتے تھے، یہ اجماعِ صحابہ کے قائم مقام ہے یا رسول اللہ ﷺ کی جانب سے تقریر کی طرح ہے، اور ہر صورت میں یہ حجت ہے۔ (۱)

اور اسی وجہ سے بعض حضرات نے - جو ولیمہ کی تعریف میں ہر قسم کی دعوت کو شامل کرتے ہیں - ماتم کی دعوت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، اور فرمایا کہ ولیمہ وہ کھانا ہے جو خوشی کے پیش آنے پر کھلایا جائے۔ (۲)

ختنہ کی دعوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اثباتاً یا نفیاً کوئی بات مروی نہیں، البتہ صحابہ سے دو قسم کی روایات ملتی ہیں: ایک سے اس کی کراہت مستفاد ہوتی ہے اور ایک سے جواز معلوم ہوتا ہے، کراہت والی حدیث حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو ختنہ کی دعوت میں بلایا گیا تو وہ اس میں نہیں گئے، جب ان سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ "كُنَّا لاَ نَأتِي الْخِتَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلاَ نُدْعىٰ لَهٗ" (ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اور نہ ہم کو اس کے لیے بلایا جاتا تھا) (۳)

علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں، اور وہ ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں، اور طبرانی نے اس کو ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے، اس میں ابوحمزہ العطار ہیں، ان کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے اور دوسروں نے تضعیف کی ہے۔ (۴)

میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کے بارے میں کلام مشہور ہے، اور وہ مختلف فیہ راوی ہیں، بلکہ ان پر بڑی سخت سے سخت جرحیں کی گئی ہیں، حتی کہ امام مالک اور بعض حضرات نے ان کو کذاب و دجال تک کہا ہے، لیکن معجم طبرانی میں ان کی متابعتِ ناقصہ ابوحمزہ العطار نے کی ہے، اور وہ بھی اگرچہ مختلف فیہ ہیں، لیکن متابعت کے لیے

(۱) نقلہ فی عون المعبود: ۲۸۲/۸ (۲) حاشیہ بجیرمی: ۴۳۰/۳ (۳) مسند احمد: ۲۳۲/۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۷/۹، مسند الرویانی: ۴۹۰/۲ (۴) مجمع الزوائد: ۶۰/۴

کافی ہیں، اس طرح یہ حدیث دو طریقوں سے آنے کی وجہ سے قابل اعتبار ہو جاتی ہے۔

اوپر کی حدیث کی طرح اس حدیث میں بھی ان صحابی کا یہ کہنا کہ ''ہم ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے'' اور یہ کہ ''ہم کو اس کی دعوت نہیں دی جاتی تھی'' یا تو مرفوع حدیث کے حکم میں ہے یا اجماع صحابہ کے درجہ میں ہے، جیسا کہ محدثین نے تصریح کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کی دعوت حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانے میں معروف نہیں تھی اور صحابی کے اس پر نکیر کرنے کی بنا پر یہ کراہت سے خالی نہیں معلوم ہوتی۔

جواز کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، چنانچہ امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' میں روایت کیا کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے میری اور نعیم کی ختنہ کی تو مینڈھا ذبح کیا، حضرت سالم کہتے ہیں کہ ہم دوسرے بچوں پر اس بات کی وجہ سے فخر کیا کرتے تھے کہ ہماری جانب سے ایک مینڈھا ذبح کیا۔ اس حدیث پر امام بخاری نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں " باب الدعوة في الختان"کا عنوان باندھا ہے، اور ابن ابی شیبہ نے " من كان يقول يطعم في العرس والختان " کا باب باندھا ہے۔ (۱)

یہ حدیث اس کے راوی عمر بن حمزہ کی وجہ سے ضعیف ہے: کیونکہ ان کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، یحیی بن معین اور نسائی نے کہا کہ ضعیف ہیں۔ (۲)

(۱) الادب المفرد للامام البخاری: ۲/ ۸۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۵۶۲

(۲) تہذیب الکمال: ۲۱/ ۳۱۱، تہذیب التہذیب: ۷/ ۳۸۴

لیکن یہ اتنے بھی ضعیف نہیں کہ ان کی حدیث کسی بھی طرح قابل قبول نہ ہو، کیونکہ ابن حبان نے ان کو ''کتاب الثقات'' میں ذکر کیا ہے، امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں استشہاد کیا ہے اور اپنی دوسری کتاب ''الادب المفرد'' میں اور نسائی کے علاوہ دوسرے حضرات نے ان کی حدیث روایت کی ہے، نیز امام حاکم نے مستدرک میں ان کی حدیث روایت کی اور فرمایا کہ ان کی سب احادیث مستقیم ہیں۔(۱)

پھر ابن ابی شیبہ کی سند میں عمر بن حمزہ کے بجائے ان کے بھائی عثمان بن حمزہ نے حضرت سالم سے روایت کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ سالم سے روایت کرنے میں عمر کے ساتھ عثمان بھی شریک ہیں اور وہ ان کے متابع ہیں۔اس لیے یہ حدیث دوسندوں سے آنے کی وجہ سے قابل لحاظ ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔

الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ختنہ کی دعوت کا بھی رواج صحابہ میں رہا ہے، اب دو حدیثوں میں تعارض ہو گیا، ایک حضرت عثمان بن ابی العاص کی حدیث جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اور نہ ہمیں اس کے لئے بلایا جاتا تھا، دوسری یہ حدیث جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے بچوں کی ختنہ کی اور اس میں مینڈھا ذبح کیا، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دعوت ہی کے لیے ہوگا، اور حضرت سالم کے اس جملے ''ہم دوسرے بچوں پر اس کی وجہ سے فخر کرتے تھے کہ ہمارے لیے مینڈھا ذبح کیا گیا'' سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں ختنہ کی دعوت کا رواج تھا، البتہ سب لوگ مینڈھا ذبح نہیں کرتے تھے۔

تلاش وجستجو کے باوجود علماء کے کلام میں مجھے کہیں ان احادیث پر کلام نہیں ملا، بعض حضرات نے پہلی حدیث کا ذکر کیا ہے، مگر اس کے باوجود ختنہ کی دعوت کا جواز یا استحباب لکھا ہے۔

---

(۱) تہذیب الکمال: ۳۱۱/۲۱، تہذیب التہذیب: ۳۸۴/۷

چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ''الکافی'' میں فرمایا کہ ''ان سب دعوتوں کا کرنا مستحب ہے، لیکن ان کا قبول کرنا واجب نہیں؛ کیونکہ حضرت عثمان ابن ابی العاص نے ختنہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار فرمادیا تھا اور جب ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اور نہ ہمیں اس کے لئے بلایا جاتا تھا، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، ہاں ان دعوتوں کا قبول کرلینا افضل ہے؛ کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مسلمان بھائی دعوت دے تو اس کو قبول کرلو، خواہ شادی کی دعوت (ولیمہ) ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا، اور اس لیے بھی قبول کرلینا چاہئے کہ اس میں دعوت دینے والے کے دل کی خوشی ہے''۔ (۱)

اور قاضی القضاۃ علامہ علی بن الحسین السغدی نے اپنے فتاوی میں سنت دعوتوں میں تین کا ذکر کیا: ایک ولیمہ کی، دوسرے ختنہ کی، اور تیسرے سفر سے آنے پر، اور فرمایا کہ ان کے بارے میں آثار وارد ہوئے ہیں۔ (۲)

نیز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے ''بہشتی زیور'' میں ختنہ کی رسومات میں ختنہ کی دعوت کا ذکر کیا ہے، اور اس پر استدلال اسی حضرت عثمان بن ابی العاص کے اثر سے کیا ہے۔ (۳)

راقم کا خیال یہ ہے کہ حضرات صحابہ میں ختنہ کی دعوت تو ہوتی تھی، اس کا ایک ثبوت تو وہی حضرت ابن عمر کی حدیث ہے اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ابن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی آواز یا دف سنتے تو معلوم کرتے کہ یہ کیا ہے؟ اگر یہ کہا جاتا کہ شادی یا ختنہ ہے تو خاموش ہوجاتے۔ (۴)

(۱) الکافی: ۱۲۰/۳ (۲) فتاوی السغدی: ۲۴۴/۱ (۳) بہشتی زیور: ۱۴/۶ (۴) سنن سعید بن منصور: ۲۰۳/۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۹۵/۳، جامع معمر: ۵/۱۱، سنن البیہقی: ۲۹۰/۷

مگراس کا بہت زیادہ اہتمام نہیں ہوتا تھا، بلکہ اپنے گھر والوں اور قریبی لوگوں تک اس کو محدود رکھا جاتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا ہوگا، لیکن جب حضرت عثمان بن ابی العاص کو اس کی دعوت بڑے اہتمام سے دی گئی تو انہوں نے اس پر نکیر کی کہ ہم کو اس طرح بلایا نہیں جاتا تھا۔ اور اس توجیہ کی دلیل خود حضرت عثمان بن ابی العاص کے الفاظ میں ملتی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ختنہ میں نہیں جاتے تھے'' اس سے معلوم ہوا کہ ختنہ کی دعوت تو ہوتی تھی مگر جاتے نہیں تھے، اور جو یہ فرمایا کہ '' ہم بلائے نہیں جاتے تھے'' اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں اس کے لیے دعوت کا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا بلا اہتمام اور بلا تکلف خوشی کے اظہار کے لیے ختنہ کی دعوت کرلی جائے تو اس کا مضائقہ نہیں، بشرطیکہ دیگر شرائط وحدود شریعت کا لحاظ رکھا جائے۔ الحاصل حضرت عثمان کا انکار مطلق دعوتِ ختنہ پر نہیں، بلکہ اس کے لیے تکلف کرنے اور زیادہ اہتمام کرنے پر تھا، واللہ اعلم۔

ان کے علاوہ جو دعوتیں ہیں وہ سب جواز کے درجے کی ہیں، اگر کوئی کرنا چاہے تو کرلے اور نہ کرنا چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ نہ کرے۔

ولیمہ کون کرے؟

ولیمہ کرنا کس کی ذمہ داری ہے، مرد کی یا عورت کی؟ حدیث سے اور عام طور پر فقہاء کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ کا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ولیمہ کا حکم دینا صاف مذکور ہے، وہ حدیث مع تخریج اوپر گزر گئی، نیز اللہ کے نبی ﷺ نے بھی اپنے نکاح کے بعد ولیمہ خود فرمایا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کرنا نکاح کرنے والے مرد کے ذمہ ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرنی چاہی تو خود ولیمہ کا انتظام کیا، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار کو لیکر ''اذخر'' نامی گھاس لانا طے کیا، تا کہ اس کو سناروں سے بیچ کر ولیمہ کرنے میں امداد لوں۔(۱)

اسی طرح فقہاء نے بھی لکھا ہے، چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''الشرح الکبیر'' میں ہے:"الوليمة وهي طعام العرس خاصة مندوبة على الزوج"(ولیمہ جو کہ خاص شادی کا کھانا ہے مستحب ہے شوہر پر)(۲)

اور فقہ شافعی کی کتاب "فتح المعين" میں اس کے مصنف علامہ شیخ صغیر الملیباری فرماتے ہیں:"الوليمة لعرس سنة مؤكدة للزوج الرشيد وولى غيره من مال نفسه "(شادی کا ولیمہ بالغ شوہر پر، اور نابالغ شوہر (ہوتو اس) کے ولی پر اس کے مال سے، سنت مؤکدہ ہے)(۳)

ہاں اگر ضرورت مند ہو تو دوسرے تعلق دار دوست احباب اس میں اس کی امداد ہدیہ کی شکل میں کریں تو افضل ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضرت ام سلیم والدہ حضرت انس نے آپ کے لیے ''حیس'' نامی کھانا (جو کھجور، خشک دودھ اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے) ایک پتھر سے بنے ہوئے پیالے میں حضرت انس کے ہاتوں بھیجا اور یہ کہلایا کہ یہ ہماری طرف سے ایک قلیل ہدیہ ہے۔(۴)

اس حدیث کے فوائد میں علامہ نووی لکھتے ہیں کہ " فيه أنه يستحب لأصدقاء المتزوج أن يبعثوا إليه طعاماً يساعدونه به على وليمته" (اس حدیث میں یہ

(۱) بخاری: ۱۹۴۷، مسلم: ۳۶۶۱، ابوداؤد: ۲۵۹۳، احمد: ۱۱۳۹ (۲) الشرح الکبیر: ۲/۳۳۷
(۳) فتح المعین: ۲۶۷ (۴) مسلم: ۲۵۷۳، ترمذی: ۳۱۴۲، نسائی: ۳۳۳۴

افادہ بھی ہے کہ شادی کرنے والے کے دوست واحباب کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اس کو کھانا بھیجیں جس کے ذریعہ اس کو ولیمہ کرنے میں مدد کریں)(۱)

آجکل جو ایک رسم نکلی ہے کہ ولیمہ لڑکے ولڑکی دونوں کی جانب سے کیا جاتا ہے ،اوپر کی تفصیل سے اس کا غلط ہونا معلوم ہوگیا ،لہٰذا ولیمہ کی ذمہ داری صرف لڑکے پر ہوگی ،اور اگر لڑکی والوں سے مطالبہ اس کا کیا جائے تو بالکل ناجائز ہوگا۔ ہاں اگر لڑکی کا باپ یا خود لڑکی لڑکے کی اجازت سے بخوشی ولیمہ کردیں تو سنت ولیمہ ادا ہوجائے گی۔(۲)

اسی طرح اگر لڑکا ولیمہ کرے اور لڑکی والے اپنے مزید لوگوں کو اس میں شامل کرنے کی غرض سے اس دعوت میں اپنا مال پیسہ ڈال کر اس میں شریک ہوجائیں تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ،واللہ اعلم۔

کم سے کم ولیمہ

ولیمہ میں کم سے کم کیا کھلانا چاہئے ؟ اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ مرد کی وسعت و طاقت ،اس کی مالی حیثیت و پوزیشن کے مطابق جو چاہے کھلائے ،اس سلسلہ میں کوئی ایسی مقدار جس سے کم کرنا ممنوع و ناجائز ہو،شریعت میں مقرر نہیں ، اگر کوئی بڑی حیثیت کا ہے اور عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا چاہتا ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق انجام دے ،اور جو معمولی حیثیت کا ہے وہ خواہ مخواہ تکلفات کرنے اور اپنی حیثیت سے زیادہ اپنے اوپر بوجھ ڈالنے کے بجائے ،معمولی کھانا کھلادے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ "أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ" (ولیمہ کروا گرچہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو) اس سے اگرچہ

(۱) شرح مسلم:۴۶۹ (۲) اعانۃ الطالبین:۳۵۷/۳

بعض علماء نے یہ اخذ کیا ہے کہ ولیمہ کی کم سے کم مقدار ایک بکری ہے، مگر جمہور علماء نے اس کا رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی بعض ازواج کے ولیمے میں اس سے کم کا ولیمہ کیا ہے، چنانچہ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ نکاح کے بعد جو ولیمہ آپ نے کیا، اس کے بارے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ستو اور کھجور سے کیا تھا۔ (۱)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت انس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ میں مسلمانوں کو بلایا، اس میں نہ تو گوشت تھا نہ روٹی تھی، آپ نے حکم دیا کہ دستر بچھایا جائے، پس اس پر کھجور اور پنیر اور گھی رکھا گیا۔ (۲)

اور حضرت صفیہ بنت شیبہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ دو مُد جو سے فرمایا۔ (۳)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ:

''قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی کوئی مقررہ حد نہیں ہے، بلکہ کسی بھی قسم کے کھانے سے ولیمہ کرے سنت ادا ہو جائے گی، امام مسلم نے حضرت صفیہ کے ولیمہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ گوشت کے بغیر تھا، اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نے کہا کہ اس میں ہم گوشت اور روٹی سے سیر ہوئے، لہٰذا یہ سب جائز ہے اور اس سے ولیمہ حاصل ہو جاتا ہے، ہاں اس کا مرد کے حال کے مطابق ہونا مستحب ہے۔'' (۴)

الغرض ولیمہ میں اس کا لحاظ ہونا چاہئے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرے، نہ تو فضولیات میں خرچ کرے اور نہ بلاوجہ تنگی کرے، اگر اللہ نے دیا ہے تو

(۱) ترمذی:۱۰۱۵ (۲) نسائی:۳۳۲۹ (۳) بخاری:۴۷۷۴ (۴) شرح مسلم:۴۶۰

وسعت کے ساتھ خرچ کرے اور عمدہ سے عمدہ کھلائے ،مگر خواہ مخواہ کے تکلفات اور بے اصل رسومات ،اور اسراف وفضولیات سے پرہیز کرے؛ کیونکہ شریعت نے ان سب باتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے،جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کے ایک ولیمہ کی کیفیت

بے تکلفی کے ساتھ اور سادگی کے ساتھ ولیمہ سنت ہے،اس سلسلہ میں ہمارے لیے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کس کا اسوہ معتبر اور راہ ہدایت ہوسکتا ہے؟ یہاں آپ کی سیرت سے آپ کے ایک ولیمہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی بے تکلفی وسادگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے،حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کہ آپ ﷺ نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمایا،اور حضرت ام سلیم نے ان کو تیار کیا اور رات میں آپ کے حوالے کیا،جب آپ نے صبح کی تو فرمایا کہ:" **من كان عنده شيء فليجئ به**"(جس کے پاس جو بھی موجود ہو وہ اسے لے آئے) حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر آپ نے چمڑے کا دسترخوان بچھایا،اس پر کسی نے کھجور لا کر رکھا،کسی نے گھی لا کر رکھا،اور کسی نے ستو رکھا،بعض رویات میں ہے کہ کسی نے خشک دودھ رکھا،اور لوگوں نے ان سب کو ملا کر حیس جو ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے بنا دیا،حضرت انس کہتے ہیں کہ یہی اللہ کے نبی کا ولیمہ تھا۔(۱)

یہ اس ذات مقدس کا ولیمہ تھا جن کا مقام اس پوری کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بڑا ہے"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" مگر افسوس آج ہزاروں خرافات ورسومات وفضولیات کو لوگوں نے ولیمہ کا لازمہ بنالیا ہے،اور ان کے بغیر ولیمہ کو اپنے لیے معیوب سمجھتے ہیں ، کیا اللہ کے رسول کی ذات میں ہمارے لیے اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟

---

(۱) بخاری:۳۰۵،مسلم:۲۵۶۱،نسائی:۳۳۲۷،احمد:۱۱۵۵۴

ولیمہ کتنے دن تک کیا جا سکتا ہے

ولیمہ میں ایک دفعہ کرنا ہی عامۃ النصوص سے ثابت ہے اور جمہور فقہاء نے بھی یہی لکھا اور اسی کو اختیار کیا ہے، اور اس سلسلہ میں بعض احادیث بھی وارد ہیں:

(۱) حضرت زہیر بن عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
"الوَلِيْمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَّالثَّانِي مَعْرُوْفٌ وَّالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَّرِيَاءٌ"
(ولیمہ پہلے دن حق ہے دوسرے دن معروف ہے اور تیسرے دن نام ونمود ہے)(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ الثَّانِيْ سُنَّةٌ وَطَعَامُ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ ،وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ"(ولیمہ پہلے دن حق ہے، دوسرے دن سنت ہے اور تیسرے دن نام ونمود ہے، اور جو اپنی شہرت چاہتا ہے اللہ اس کو(برائی سے)مشہور کرتا ہے)(۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "الوَلِيْمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَّالثَّانِي مَعْرُوْفٌ وَّ الثَّالِثَ رِيَاءٌ وَّ سُمْعَةٌ"(ولیمہ پہلے دن حق ہے، دوسرے دن معروف ہے، اور تیسرے دن نام ونمود ہے)(۳)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
"طَعَامٌ فِيْ الْعُرُسِ يَوْمٌ سُنَّةٌ ،وَّطَعَامُ يَوْمَيْنِ فَضْلٌ، وَّ طَعَامُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ رِيَاءٌ وَّ سُمْعَةٌ "(شادی میں ایک دن کا کھانا سنت ہے اور دو دن کا کھانا فضل ہے اور تین دن کا کھانا ریاء کاری و دکھاوا ہے)(۴)

ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو حضرت زہیر بن عثمان سے مروی ہے اس کو امام بخاری نے ضعیف کہا ہے؛ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ زہیر کو رسول اللہ ﷺ سے

(۱)ابوداؤد:۳۲۵۴، احمد:۱۹۴۳۶، دارمی:۱۹۷۶، سنن بیہقی:۲۶۰/۷ (۲) ترمذی:۱۰۱۶
(۳)ابن ماجہ:۱۹۰۵ (۴) معجم کبیر للطبرانی:۱۵۱/۱۱

صحابیت کا شرف حاصل نہیں ،مگر علامہ عینی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے،اور حضرت زہیر کو صحابہ میں داخل کیا ہے،لہٰذا اگر امام بخاری کو ان کا صحابی ہونا معلوم نہ ہوا تو کیا، دوسرے حضرات کو تو اس کا علم ہے۔ (۱)

اور حافظ ابن حجرؒ نے علی سبیل التسلیم جواب دیا ہے کہ یہ احادیث اگر چہ ان میں سے کوئی بھی کلام سے خالی نہیں ،لیکن ان کا مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث کی اصل ہے۔ (۲)

الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ ایک دن کرنا چاہئے اور اگر کوئی دو دن کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے،اور اس سے زیادہ دنوں تک کرتے رہنا ریا کاری وشہرت پسندی میں داخل ہو جاتا ہے۔

ہاں بعض علماء نے بعض حدیثوں کے پیش نظر کئی دنوں تک ولیمہ کرنے کی اجازت دی ہے،مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے نکاح کے بعد جو ولیمہ کیا وہ تین دنوں تک کیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو یعلی نے بسند حسن روایت کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا اور ان کے آزاد کرنے کو ہی ان کا مہر قرار دیا اور تین دن ولیمہ کیا۔ (۳)

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کے تمام رجال ''صحیح'' کے رجال ہیں سوائے عیسی بن ابی عیسی کے اور وہ بھی ثقہ ہیں،ان میں کچھ کلام ہے جو مضر نہیں۔ (۴)

مگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ہر دن کے مدعو لوگ الگ الگ ہوں ،مثلاً لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ پہلے دن اور کچھ لوگ

(۱) عمدۃ القاری:۱۴/ ۱۲۹ (۲) فتح الباری: ۹/ ۲۴۳ (۳) مسند ابویعلی: ۶/ ۴۴۶
(۴) مجمع الزوائد: ۴/ ۴۹

دوسرے دن اور کچھ لوگ تیسرے دن بلائے جائیں تو اس میں مضائقہ نہیں؛ کیونکہ یہ فخر ومباہات میں داخل نہیں، اسی طرح اگر مقصود ریاء وشہرت نہ ہو تو بھی جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ سلف سے جو ایک دن سے زائد ولیمہ منقول ہے، اس کو ریاء وشہرت سے محفوظ ہونے کی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ (۱)

علامہ خطیب الشربینیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی دو یا تین دن دعوت دیتا ہے تو اول دن دعوت میں جانا واجب ہے اور دوسرے دن سنت اور تیسرے دن مکروہ ہے، ہاں اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے یا مکان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ایک ہی دن تمام لوگوں کی دعوت نہ کر سکے تو بعد کے دنوں میں جانا بھی واجب ہوگا؛ کیونکہ یہ فی الحقیقت ایک ہی ولیمہ کی طرح ہے جس میں جماعت در جماعت لوگوں کو بلایا گیا ہے۔ (۲)

امام ابوداؤد، امام دارمی، امام بیہقی وغیرہ نے حضرت زہیر بن عثمان کی حدیث جس کا ذکر اور حوالہ اور اس پر بحث اوپر گزری ہے، اس کی روایت کے بعد یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب کو کسی نے ولیمہ کی دعوت دی، تو آپ نے قبول کیا اور تشریف لے گئے، اس نے پھر دوسرے دن دعوت دی، آپ پھر بھی تشریف لے گئے، لیکن جب اس نے تیسرے دن بھی دعوت دی تو آپ نے جانے سے یہ کہکر انکار کر دیا کہ یہ لوگ ریاء کار ہیں۔

ولیمہ کب کیا جائے؟

ولیمہ کا وقت کیا ہے اور ولیمہ کب کرنا چاہیئے؟ کیا شبِ زفاف کے بعد کرنا لازم ہے یا اس سے قبل بھی کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے

(۱) فتح الباری: ۲۴۳/۹ (۲) مغنی المحتاج: ۳۴۶/۳

عملاً جو ثابت ہے وہ یہی ہے کہ آپ نے ولیمہ زفاف کے بعد فرمایا ہے۔

حدیث میں ہے"**عن انسؓ قال أقام النبي ﷺ بين خيبر والمدينة ثلاثاً يبني عليه بصفيةؓ بنت حي، فدعوتُ المسلمين إلى وليمته**"(۱)

(حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب سے جب آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے بعد نکاح فرمایا اور مدینہ وخیبر کے درمیان ایک جگہ آپنے تین دن قیام فرمایا، تو حضرت صفیہؓ سے ملاقات فرمائی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے (آپکی طرف سے) مسلمانوں کو آپکے ولیمے کی دعوت دی)

نیز حضرت زینب بنت جحشؓ سے آپنے نکاح کیا تو زفاف کے بعد ولیمہ فرمایا اور اسی واقعہ میں آیتِ حجاب نازل ہوئی ہے، اس واقعہ کو حدیث میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے، اس میں صاف الفاظ میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

﴿**أصبح النبی ﷺ عروساً بزينب بنت جحشؓ فدعا القوم**﴾(۲)

(یعنی حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ زفاف فرمایا پھر لوگوں کو دعوت دی)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ بدرالدین عینیؒ دونوں حضرات نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بعدِ زفاف ولیمہ ہونے میں صریح ہے۔(۳)

لیکن بعض علماء نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ زفاف سے پہلے ہوا اور حضور ﷺ نے ان سے ولیمہ ہوجانے کے بعد زفاف کیا۔ چنانچہ علامہ عینیؒ شارحِ بخاری نے حضرت زینبؓ کی مذکورہ بالا روایت کے بعد اس کے فوائد ذکر کرتے ہوئے امامِ حدیث بیہقیؒ سے نقل کیا ہے کہ "**كان دخوله ﷺ بعد هذه الوليمة**" حضور ﷺ نے اس ولیمے کے بعد دخول فرمایا تھا۔(۴)

---

(۱) بخاری:۹۱۷۳، مسلم:۱/۴۶۰، نسائی:۳۳۲۹، سنن بیہقی:۷/۲۵۹ (۲) بخاری:۵۰۴۴، مسلم:۱/۲۵۷ (۳) فتح الباری:۹/۲۳۰، عمدۃ القاری:۲۰/۱۴۴ (۴) عمدۃ القاری:۱۴/۱۱۲

ان کے نقطۂ نظر سے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زفاف سے پہلے ہوا اور یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ زفاف سے پہلے بھی ولیمہ درست ہے، مگر اکثر روایات میں اس واقعہ میں یہی مذکور ہے کہ ولیمہ بعد زفاف ہوا ہے، اسی لیے اکثر علماء نے اسی کو سنت یا مستحب قرار دیا ہے کہ زفاف کے بعد ولیمہ کیا جائے، جیسا کہ فقہی روایات سے ابھی معلوم ہوگا مگر اس کے باوجود کوئی دلیل ایسی نہیں ملتی جو زفاف سے پہلے ولیمے کو ناجائز و نادرست ٹھہراتی ہو۔

کیونکہ اگر جمہور کے نقطۂ نظر سے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زفاف کے بعد قرار دیا جائے اور یہی صحیح بھی ہے، تب بھی اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپنے ولیمہ بعدِ زفاف فرمایا ہے، لیکن زفاف سے پہلے ولیمہ کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اس کا جواب اس حدیث سے نہیں ملتا بلکہ احادیث اس سلسلہ میں ساکت ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء کے مابین اسمیں اختلاف واقع ہوا کہ ولیمہ کا وقت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں متعدد اقوال ملتے ہیں

(۱) بعض کے نزدیک ولیمے کا وقت زفاف سے پہلے ہے۔

(۲) بعض کے نزدیک ولیمے کا وقت زفاف کے بعد ہے۔

(۳) بعض کے نزدیک زفاف کے وقت ہی ولیمہ کرنا چاہئے، یعنی ملنے سے پہلے ولیمہ کھلائیں پھر ملیں۔

(۴) بعض نے فرمایا کہ اس کا وقت نکاح کے بعد سے شروع ہوکر زفاف کے بعد تک رہتا ہے۔

(۵) بعض نے فرمایا کہ نکاح کے وقت ہی ولیمہ کھلا دینا چاہئے۔

(۶) بعض نے کہا کہ نکاح کے بعد کھلانا چاہئے وغیرہ۔

ہم یہاں بعض ائمہ وعلماء کرام کے حوالے نقل کرتے ہیں جس سے ان اقوال

پر روشنی پڑتی ہے۔

مشہور حنفی فقیہ اور جلیل القدر محدث علامہ بدرالدین العینیؒ لکھتے ہیں:

''ولیمہ کے وقت کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں کہ آیاوہ عقدِ نکاح کے وقت مسنون ہے یا بعد؟ یا دخول کے وقت یا دخول کے بعد؟ یا اس کے وقت میں نکاح کے بعد سے دخول کے بعد تک گنجاش ہے؟ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ سلف کے اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں' چناچہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مالکیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ولیمہ زفاف کے بعد مسنون ہے، اور مالکیہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ عقدِ نکاح کے وقت مسنون ہے۔ اور ابنِ حبیبؒ مالکی کے یہاں نکاح کے وقت اور دخول کے بعد (دونوں وقت) مسنون ہے، اور امام نووی دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ دخول سے پہلے بھی جائز ہے اور دخول کے بعد بھی، اور امام ماوردیؒ نے فرمایا کہ دخول کے وقت مسنون ہے۔ حضرت انسؓ کی یہ حدیث کہ حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ شب زفاف گذاری، پھر لوگوں کو دعوت دی، اس بات میں صریح ہے کہ ولیمہ زفاف کے بعد ہے، اور بعض مالکیہ نے مستحب قرار دیا ہے کہ ولیمہ دخول کے وقت ہو اور اسی پر لوگوں کا عمل بھی ہے۔ (۱)

شارحِ بخاری محدثِ جلیل علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

''ولیمہ کے وقت کے سلسلہ میں سلف کے متعدد اقوال ہیں: آیا ولیمہ عقد کے وقت مسنون ہے یا عقد کے بعد؟ یا دخول کے وقت یا دخول کے بعد؟ یا عقد کے وقت سے دخول کے بعد تک گنجائش ہے؟ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ قاضی عیاضؒ نے بیان فرمایا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک صحیح ترین یہ ہے کہ دخول کے بعد ولیمہ مسنون ہے اور مالکیہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ

(۱) عمدۃ القاری: ۱۴۴/۲۰

اس کا وقت عقد کے وقت ہے، اور ابن حبیب مالکیؒ کے نزدیک عقد کے وقت اور دخول کے بعد (دونوں وقت) مسنون ہے، امام نووی دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ دخول سے پہلے بھی جائز ہے اور دخول کے بعد بھی، اور امام ماوردیؒ نے صراحت فرمائی ہے کہ ولیمہ دخول کے وقت مسنون ہے اور بعض مالکیہ نے مسنون سمجھا ہے کہ ولیمہ زفاف کے وقت کیا جائے اور اس کے بعد دخول ہو، اور آج لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔''(۱)

شارحِ مسلم امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:

''علماء کے مابین ولیمہ کے وقت کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں: چنانچہ قاضی عیاضؒ نے بیان کیا ہے کہ امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد مسنون ہے اور مالکیہ کی ایک جماعت سے عقد کے وقت اس کا مسنون ہونا مروی ہے اور ابن حبیب مالکیؒ سے منقول ہے کہ ولیمہ عقد کے وقت اور دخول کے بعد مسنون ہے)۔امام نووی ہی ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ۔(جیسا کہ گذر چکا کہ ولیمہ دخول سے پہلے بھی جائز ہے اور دخول کے بعد بھی۔''(۲)

جلیل القدر حنفی فقیہ اور رفیع الشان محدث ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں:

"قیل انهاتکون بعدالدخول وقیل عندالعقد وقیل عندهماواستحب اصحاب مالك ان تکون سبعة ایام" (بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد ہونا چاہئے اور بعض نے فرمایا کہ عقد کے بعد ہونا چاہئے اور بعض حضرات دونوں وقت کے قائل ہیں اور اصحابِ مالکؒ نے مسنون قرار دیا ہے کہ ولیمہ ساتویں دن تک ہوسکتا ہے)(۳)

محدثِ شہیر علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ''ولیمہ نکاح کے بعد یا

---

(۱)فتح الباری:۹/۲۳۱ (۲)شرحِ مسلم:۱/۴۵۸-۴۵۹ (۳)مرقات شرح مشکوۃ:۶/۲۵۰

رخصت کے بعد یا شبِ زفاف گذارنے کے بعد (کبھی بھی) کرنا جائز ہے، لیکن زفاف کے بعد کرنا اولی ہے۔"(۱)

علامہ صغیر احمد ابن الشیخ الغزالی شافعی ملیباریؒ فرماتے ہیں:

"ولیمہ کا افضل وقت تو دخول کے بعد ہی ہے تا کہ اتّباع نبوی ﷺ حاصل ہو، اور دخول سے پہلے اور عقدِ نکاح کے بعد بھی ولیمہ کرنے سے اصل سنت حاصل ہو جاتی ہے۔"(۲)

علامہ نواب قطب الدین دہلویؒ "مظاہر حق شرحِ مشکوۃ" میں لکھتے ہیں:

"ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں، بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا اصل وقت دخول (شبِ زفاف) کے بعد ہے' بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ: ولیمہ میں عقدِ نکاح کے وقت کھانا کھلانا چاہئے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عقدِ نکاح کے وقت بھی کھلانا چاہئے اور دخول کے بعد بھی۔"(۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

نیز محدث شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے کلام سے نہ صرف جواز بلکہ اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ دخول سے قبل ولیمہ کیا جائے وہ لکھتے ہیں کہ:

"لوگ شبِ زفاف سے پہلے ولیمہ کرنے کے عادی ہیں اور اس میں بڑی مصلحتیں بھی ہیں' پھر ولیمہ کی متعدد مصلحتیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ فرمایا کہ "نکاح کی اشاعت سے لطف حاصل ہوتا ہے اور ویسے بھی زفاف کے قریب نکاح کی اشاعت (اعلان) ضروری ہے تا کہ نسب کے بارے میں وہم کرنے والے کے لئے وہم کا کوئی موقع باقی نہ رہے"۔(۴)

(۱) بذل المجہود شرح ابی داؤد: ۳۴۵/۵ (۲) فتح المعین شرح قرۃ العین: ۲۶۷ (۳) مظاہرِ حق جدید: ۱۱۱/۴ (۴) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۳۰/۲

یہ اگرچہ آپ نے زمانہء جاہلیت کے لوگوں کا طریقہ ذکر کیا ہے، مگر آگے چل کر تصریح کی ہے کہ ان مصالح کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے اسکو باقی رکھا۔

علامہ الشربینی الشافعی فرماتے ہیں:

" واستنبط السبکی من کلام البغوی أن وقتها موسع من حین العقد فیدخل وقتها به ،والأفضل فعلها بعد الدخول لأنه ﷺ لم یولم علی نساء ہ إلا بعد الدخول۔" (امام سبکی نے امام بغوی کے کلام سے استنباط کیا ہے کہ ولیمہ کا وقت عقدِ نکاح کے وقت سے گنجائش رکھتا ہے، پس وہ عقد کے وقت سے داخل ہوجاتا ہے اور افضل یہ ہے کہ اس کو بعد دخول انجام دیا جائے ؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کا ولیمہ دخول کے بعد ہی کیا ہے)(۱)

الانصاف میں فقیہ حنبلی علامہ علی بن سلیمان المرداوی فرماتے ہیں:

" و تستحب الولیمة بالعقد ،قاله ابن الجوزی، وقال الشیخ تقی الدین رحمه اللّٰه تستحب بالدخول، قلتُ: الأولی أن یقال: وقت الاستحباب موسّع من عقدالنکاح إلی انتهاء أیام العرس لصحة الأخبار في هذا ، و کمالُ السرور بعد الدخول لکن قدجرت العادة فعل ذلك قبل الدخول بیسیر"

(ولیمہ عقد پر مستحب ہوتا ہے، علامہ ابن الجوزی نے یہ کہا ہے اور شیخ تقی الدینؒ نے کہا کہ دخول پر مستحب ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ استحباب ولیمہ کا وقت عقدِ نکاح سے شادی کے ایام ختم ہونے تک وسیع ہے ؛ کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث ثابت ہیں، اور پوری خوشی تو دخول کے بعد ہوتی ہے، لیکن عادت یہ جاری ہے کہ دخول سے کچھ دیر قبل ولیمہ کیا جاتا ہے)(۲)

(۱) مغنی المحتاج: ۲۳۵/۳ (۲) الانصاف: ۳۱۷/۸

(۱۱)علامہ ابوالبرکات الدردیر کی ''الشرح الکبیر''میں ہے کہ:

" فإن وقعت قبله لم تكن وليمةً شرعاً ،ولا تجب الإجابة لها ، والمعتمد أن كونها بعدالبناء مندوب ثان ، فإن فُعِلَتْ قبل أجزأت".

(اگر ولیمہ دخول سے پہلے واقع ہوتو وہ شرعاً ولیمہ نہ ہوگا ،اور نہ اس میں جانا واجب ہوگا ،لیکن معتمد بات یہ ہے کہ ولیمہ کا دخول وزفاف کے بعد ہونا دوسرا مستحب ہے،لہٰذا اگر اس سے پہلے کر دیا جائے تو کافی ہوگا)(۱)

یہ فقہاء کرام کی چند عبارات ہیں جن میں تفصیل سے اس مسئلہ پر کلام کیا گیا ہے،ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ولیمہ کے وقت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اکثر حضرات نے یہ فرمایا کہ اس کے وقت میں کافی گنجائش ہے، نکاح کے بعد سے اس کا وقت شروع ہوجاتا ہے،لہٰذا بعد نکاح فوراً کر لینے سے بھی ادا ہوجاتا ہے،لیکن افضل وبہتر یہ ہے کہ بعد زفاف کیا جائے۔

ولیمہ سفر میں بھی کیا جا سکتا ہے

اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور سفر کی حالت میں شادی کرے تو ولیمہ سفر میں بھی ہوسکتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ خیبر اور مدینہ کے درمیان راستہ میں کیا تھا۔(۲)

اسی طرح حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے آپ نے نکاح بھی حالت سفر میں کیا تھا اور ان کا ولیمہ بھی مکہ میں مقام سرف میں کیا تھا۔

اس کا ذکر حاکم نے مستدرک میں کیا ہے۔(۳)

فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ سفر میں بھی ولیمہ کیا جا سکتا ہے، مالکی فقیہ علامہ المغربی

(۱)الشرح الکبیر:۲/۳۳۷(۲)بخاری:۳۷۹۱،مسلم:۴۶۰/۱،نسائی:۳۳۲۹،سنن بیہقی:۲۵۹/۷
(۳)مستدرک:۳۳/۴

نے ''مواہب الجلیل'' میں ''عارضۃ الاحوذی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"والوليمة في السفر مطلوبة كالحضر،وليست من القربات التي يسقطها السفر" (سفر میں ولیمہ کرنا بھی حضر کی طرح مطلوب ہے اور یہ ان عبادات میں سے نہیں ہے جن کو سفر ساقط کر دیتا ہے)(۱)

ولیمہ میں گانے بجانے کا حکم:

یہ بات تو واضح ہے کہ ولیمہ ہو یا کوئی اور موقعہ، خوشی کا موقعہ ہو یا غمی کا کسی حال میں بھی گانا بجانا حرام و ناجائز ہے، جبکہ اس میں مزامیر یعنی بینڈ باجا اور موسیقی کے آلات ہوں؛ کیونکہ گانے بجانے پر حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، یہاں ایک دو حدیثیں نقل کرتا ہوں:

(۱)"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَيَشْهَدُوْنَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ،قَالَ:نَعَمْ وَيُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ، قَالُوْا: فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ:اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَيَشْرَبُوْنَ هٰذِهِ الْاَشْرِبَةَ ، فَبَاتُوْا عَلٰى لَهْوِهِمْ ، فَأَصْبَحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْر"(۲)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، وہ (برائے نام) نماز، روزہ، اور حج بھی کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور

(۱) مواہب الجلیل: ۲/۴ (۲) ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء: ۱۱۹/۳، ابن ابی الدنیا فی ذم الملاھی: ۹/۱، ۷، سعید بن منصور فی السنن کما فی المحلیٰ لابن حزم الظاہری: ۵۶۴/۷

طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے (بالآخر) وہ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہیں گے اور صبح ہوگی تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر نمازی بھی ہوں گے، روزہ کے پابند بھی ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے، مگر اسی کے ساتھ گانے بجانے ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دلدادہ اور شراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کردیں گے، یہ لوگ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہ کر سوئیں گے اور جو صبح اٹھیں گے تو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں گانا بجانا، رقص وناچ حرام ہے۔ افسوس کہ آج بہت سے دیندار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی وی رکھ کر اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ ورقص دیکھنے کیلئے کرتے ہیں اور تقریبات، شادیوں اور ولیموں کے موقعہ پر بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہو چکی ہیں۔

(۲) ﴿ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَبِيْتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَ شَرَابٍ وَ لَهْوٍ، فَيُصْبِحُوْنَ قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَ خَنَازِيْرَ، وَلَيُصِيْبَنَّهُمْ خَسْفٌ وَ قَذْفٌ حَتّٰى يُصْبِحَ النَّاسُ فَيَقُوْلُوْنَ : خُسِفَ اللَّيْلَةَ فُلاَنٌ أَوْ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِيْ فُلاَنٍ ، وَلَيُرْسِلَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ الَّتِيْ أَهْلَكَتْ عَاداً بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَأَكْلِهِمُ الرِّبَاوَاتِّخَاذِهِمُ الْقِيْنَاتِ وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيْرَ وَ قَطِيْعَتِهِمُ الرَّحِمَ ﴾(۱)

(۱) ذم الملاهي لابن ابي الدنيا: ۶۸/۱

(حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں سے ایک قوم حرام کھانے ، شراب اور لہو ولعب میں رات گزارے گی ، پس صبح کریں گے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے ، اور ان کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے جائیں گے ، یہاں تک کہ لوگ صبح میں کہیں گے کہ رات فلاں کو فلاں کے بچوں کو زمین میں دھنسادیا گیا ، اور ان لوگوں پر ان کے شراب پینے ، سود کھانے ، گانے بجانے والیوں کو رکھنے ، ریشم پہننے اور رشتہ توڑنے کی وجہ سے اللہ تعالے وہ سخت ہوا چھوڑے گا جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا)

ان حدیثوں سے گانے بجانے کی حرمت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے ، لہذا ولیمہ یا شادی یا کسی اور تقریب کے موقعہ پر یا بلا تقریب یوں ہی گانا بجانا حرام و ناجائز ہے۔

لیکن بلا مزامیر وآلات کے صرف عمدہ اشعار پڑھنا جائز ہے اور شادی وولیمے کے موقعہ پر اس کا اہتمام کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ، جیسا کہ اس سلسلہ میں احادیث وارد ہوئی ہیں :

(۱) حضرت رُبَیّع بنت مُعوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری رخصتی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور ہماری کچھ چھوکریاں دف بجارہی تھیں اور بدر میں شہید ہونے والے ہمارے آباء کا مرثیہ گا رہی تھیں ، اور اسی میں انہوں نے یہ بھی پڑھا " وفينا نبي يعلم ما في غد "(ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل ہونے والی بات بھی جانتے ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔ (۱)

(۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو اس کے

(۱) بخاری: ۴۸۵۰، ترمذی: ۱۰۱۰، ابوداؤد: ۴۲۷۶، ابن ماجہ: ۱۸۸۷، احمد: ۲۵۷۷۹

انصاری شوہر کی خاطر زفاف کے لیے تیار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کوئی کھیل نہیں ہے؟ کہ انصار کو یہ پسند ہے۔ (۱)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ وہ خاتون کیا ہوئی؟ کہا کہ اس کو اس کے شوہر کے پاس بھیج دیا، تو فرمایا کہ کیا اس کے ساتھ کسی لڑکی کو بھی روانہ کیا جو دف بجائے اور گائے، تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ وہ کیا پڑھے؟ تو فرمایا کہ یوں کہے:

أتيناكم أتيناكم　　　فحيّانا وحيّاكم

ولو لا الذهب الأحمَرُ　　　ما حلت بواديكم

ولولا الحنطة السمراءُ　　　ما سمنت عذاريكم (۲)

الغرض معلوم ہوا کہ اگر نکاح میں یا ولیمے میں کوئی چھوٹی بچیاں عمدہ اشعار پڑھیں تو اس کی گنجائش ہے، مگر اس میں کوئی موسیقی وآلات موسیقی نہ ہونا چاہئے۔

ولیمہ میں دف بجانے کا حکم

نکاح یا ولیمہ کے موقعہ پر دُف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اولاً اس سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو ملاحظہ کیجئے، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت محمد بن حاطب الجمحی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلاَلِ وَالْحَرَامِ الدَّفُّ وَالصَّوْتُ فِيْ النِّكَاحِ "(حلال وحرام کے مابین فرق کرنے والی چیز نکاح میں دف اور آواز ہے) (۳)

اس حدیث کو حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ترمذی نے حسن فرمایا ہے۔ اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ ''دف اور آواز حلال وحرام میں فرق کرنے والی

(۱) بخاری:۴۷۶۵ (۲) معجم اوسط للطبرانی:۳/۳۱۵ (۳) ترمذی:۱۰۰۸، نسائی:۳۳۱۶، ابن ماجہ:۱۸۸۶، احمد:۱۴۹۰۴ مصنف ابن ابی شیبہ:۳/۴۹۵، حاکم:۲/۲۰۱

چیز ہے‘‘اس سے دف بجانے اور مبارکبادی دیتے ہوئے آواز بلند کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ’’ أَعْلِنُوْا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِيْ الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ‘‘(نکاح کا اعلان کرو، اور اسے مساجد میں انجام دو، اور اس کے اعلان کے لیے دف بجاؤ)(۱)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے؛ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عیسی بن میمون کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، تاہم اوپر کی حدیث کی تقویت کے لیے قابل لحاظ ہو سکتی ہے۔

ان احادیث کے پیش نظر اس سلسلہ میں جمہور علماء کی رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ خاص شرائط (جن کا ذکر آگے آئے گا) کے ساتھ اس کی اجازت ہے۔ حضرات شوافع کا یہی مسلک ہے، چنانچہ المہذب میں امام شیرازی نے کہا کہ

’’ ويجوز ضرب الدف في العرس والختان دون غيرهما ،لما روي عن النبي ﷺ أنه قال: أَعْلِنُوْا النِّكَاحَ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ‘‘(نکاح کا اعلان کرو، اور اس کے لیے دف بجاؤ)(۲)

اسی طرح فقہ شافعی کی دیگر کتب مثلاً مغنی المحتاج: (۴۲۹/۴)، اعانۃ الطالبین: (۲۷۳/۳)، الوسیط: (۲۵۰/۷)، روضۃ الطالبین: (۲۲۸/۱۱)، وغیرہ میں بھی ہے۔

اور اسی طرح مالکیہ میں بھی اگرچہ اس سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن اکثر حضرات سے یہی مروی ہے کہ شادی و ولیمہ کے موقعہ پر دف بجانا جائز ہے، متعدد فقہاء مالکیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔(۳)

(۱) ترمذی: ۱۰۰۹ واللفظ لہ، ابن ماجہ: ۱۸۸۵ (۲) المہذب: ۳۲۷/۲ (۳) دیکھو: الثمر الدانی: ۱/ ۶۸۸، القوانین الفقہیہ لابن جزی: ۱۳۱/۱، حاشیۃ الدسوقی: ۳۳۹/۲، و۱۸/۴، الشرح الکبیر: ۹/۲ ۳۳، مواھب الجلیل: ۷/۴

امام احمد کے مسلک میں بھی دو روایات ملتی ہیں ،ایک روایت میں شادی ، ولیمہ،ختنہ میں بلکہ ہرخوشی کے موقعہ پراجازت دی ہے بلکہ مستحب قرار دیا ہے،اور ایک روایت میں مکروہ قرار دیا ہے،اورزیادہ تر فقہاء حنابلہ نے جواز بلکہ استحباب ہی کا ذکرکیاہے۔(۱)

علماء احناف سے بھی اس سلسلہ میں اختلاف نقل کیا گیا ہے ، علامہ ابن نجیم المصری ''البحرالرائق'' میں لکھتے ہیں:" وفي الذخيرة: ضرب الدف في العرس مختلف فيه ، ومحله ما لا جلاجل له ، وأما ما له جلاجل فمكروه" (کتاب ذخیرہ میں ہے کہ شادی کے موقعہ پر دف بجانے کے بارے میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی وہاں ہے کہ دف میں کھونگرو نہ ہوں اور جس میں کھونگرو ہوں وہ مکروہ ہے)(۲)

آپ ایک اور موقعہ پر لکھتے ہیں کہ "وفي الذخيرة وغيرها :لا بأس بضرب الدف في العرس والوليمة و الأعياد" (ذخیرہ وغیرہ کتب میں ہے کہ شادی اور ولیمے اور عیدوں میں دف بجانے میں کوئی حرج نہیں)(۳)

اسی طرح علامہ شامی نے ابن نجیم کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے :"و في البحر عن الذخيرة :ضرب الدف في العرس مختلف فيه"

(کتاب ذخیرہ میں ہے کہ شادی کے موقعہ پر دف بجانے کے بارے میں اختلاف ہے)(۴)

ان ساری عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ علماء حنفیہ کے اس سلسلہ میں دوقول ہیں اوران میں سے ایک یہ ہے کہ شادی وولیمہ میں دف بجانے کی اجازت ہے،جس

---

(۱) دیکھو:الانصاف : ۸/ ۳۴۲ -۳۴۳،کشف القناع:۵/۱۸۳،المغنی لابن قدامہ: ۷/ ۶۳، المبدع:۷/۱۸۷(۲)البحرالرائق:۳/۸۶(۳)البحرالرائق:۸/۲۱۵(۴)شامی:۳/۹

طرح دیگر ائمہ کے مسلک میں جائز ہے۔

مگر بعد غور وخوض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علماء حنفیہ کا اصل مسلک یہ ہے کہ بشمول دف کے تمام قسم کے آلاتِ لہو ولعب حرام ہیں اوران کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ،اوریہی علماء احناف کی ظاہر الروایۃ ہے ؛ کیونکہ متعدد حنفی متون (جو اصل مذہب کونقل کرنے کے لیے موضوع ہیں) میں مطلقاً لہو ولعب کو بلا کسی استثناء کے حرام لکھا ہے،خود امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں یہی لکھا ہے،اور علامہ حصکفی نے ''درمختار'' میں،علامہ النسفی نے ''کنزالدقائق'' میں۔(۱)

نیز شروحات و فتاوی میں بھی ہمارے فقہاء نے وضاحت سے لکھا ہے کہ "الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القضيب "(تمام لہوولعب حرام ہیں حتی کہ بانس بجا کر گانا بھی)(۲)

علامہ محمد بن ابوبکر الرازی نے ''تحفۃ الملوک'' میں،علامہ ابن نجیم نے بحوالہ محیط ''بحرالرائق'' میں اورعلامہ ابن عابدین شامی نے ''ردالمختار'' میں لکھا ہے:

" واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام ، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً ، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع"(دف ،مزمار وغیرہ کا سننا حرام ہے،اوراگر اچانک کان میں پڑ جائے تو وہ معذور ہوگا اوراس پرواجب ہے کہ وہ اس کی کوشش کرے کہ سنائی نہ دے)(۳)

لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے ،ہم نے اس سلسلہ میں ایک مفصل مضمون اس کی تحقیق میں لکھا ہے،اوراس کو مدلل ومبرہن کیا ہے کہ حنفیہ کے

---

(۱)الجامع الصغیر مع النافع الکبیر:۴۸۲/۱،درمختار:۳۹۵/۶ (۲)الہدایۃ :۸۰/۴،الدر المختار مع رد المختار:۳۴۸/۶،البحر الرائق:۲۱۴/۸ (۳)تحفۃ الملوک :۲۳۸/۱،البحر الرائق:۲۳۶/۸،ردالمختار: ۵۲/۶ ۷واللفظ لہ

نزدیک اصل یہ ہے کہ دف بھی ناجائز ہے۔

پھر اکثر فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ جواز بھی چند شرائط سے مشروط ہے:

(۱) یہ دف بجانا لہو ولعب کے لیے نہ ہونا چاہئے بلکہ محض اعلان کے لیے ہونا چاہئے ،المبدع اور ''المغنی'' میں ہے:"قال احمد: يستحب أن يظهر النكاح ويضرب عليه الدف حتى يشهر ويعرف".

(امام احمد نے کہا کہ مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے اوراس پر دف بجایا جائے تا کہ اس کی تشہیر اور تعارف ہو)(۱)

اور کشف القناع میں ہے:"يستحب ضرب الدف الذى لا حلق فيه ولا صنوج في الإملاك اي التزويج حتى يشتهر و يعرف "(مستحب ہے کہ شادی میں دف مارا جائے جس میں حلقے اور جھانجھ نہ ہوں تا کہ اس کی تشہیر وتعارف ہو)(۲)

(۲) دف میں گھونگرو اور جھانجھ نہ ہونا چاہئے ،اگر اس میں گھونگرو اور جھانجھ لگے ہوں تو اس کا استعمال کسی وقت بھی جائز نہیں۔(۳)

(۳) دف بجانے میں بالکل سادگی ہو ،موسیقی کے انداز پر نہ ہو،اور عرب لوگ جس طرح سادگی سے بجاتے تھے اس طرح پر ہو،لہٰذا انگلیوں کے سرے کے بجائے ہتھیلی سے بجایا جائے جس میں سرود وراگ نہ ہو۔(۴)

(۴) اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ دف کا بجانا صرف عورتوں اور بچیوں کو جائز ہے،لیکن مردوں کو دف بجانا جائز نہیں۔(۵)

(۱)المبدع: ۱۸۷/۷،المغنی: ۶۳/۷(۲) کشف القناع: ۲۲/۵(۳)فتح القدیر: البحر الرائق: ۸۶/۳،شامی: ۹/۳،دلیل الطالب: ۲۴۹/۱(۴) کف الرعاع: نزهة الأسماع لابن رجب: ۲/۱ ۵(۵) دلیل الطالب: ۲۴۹/۱،کشف القناع: ۱۸۳/۵،الانصاف: ۳۴۲/۸

بدترین ولیمہ

ولیمہ میں اس کا لحاظ ہونا چاہئے کہ اس سے اللہ تعالے کی خوشنودی حاصل ہو اور وہ حاصل ہوتی ہے اللہ کے نبی ﷺ کی تعلیمات کا لحاظ کرنے سے، لہٰذا اس سلسلہ میں آپ کی تعلیمات کا پیش نظر رکھنا چاہئے، انہی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ولیمہ میں لا دارون کی تخصیص نہ کی جائے، بلکہ اس میں غریبوں کو بھی بلایا جائے، کیونکہ جس ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور غریبوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے ایسے ولیمہ کو اور اس کے کھانے کو اللہ کے رسول ﷺ نے بدترین قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَّأْتِيْهَا وَيُدْعٰى إِلَيْهَا مَنْ يَّأْبَاهَا،وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ**". (بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں آنے والوں کو منع کیا جائے اور نہ آنے والوں کو بلایا جائے، اور جس نے دعوت چھوڑ دی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی)(۱)

اور یہی بات حضرت ابو ہریرہ نے بھی ارشاد فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ "**شَرُّ الطَّعَامَ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ،وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ**" (سب سے بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو نظر انداز کردیا جائے، اور جس نے دعوت ترک کردی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی)(۲)

معلوم ہوا کہ جس ولیمہ میں غریبوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے اور صرف

---

(۱) مسلم: ۲۵۸۶، مسند حمیدی: ۴۹۳/۲ (۲) بخاری: ۹۰۷۷ء، مسلم: ۲۵۸۵، مسند ابو عوانہ: ۶۳/۳، ابوداؤد: ۳۷۴۲، دارمی: ۱۴۳/۲

مالداروں کو پوچھا جاتا ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ میں بدترین ولیمہ اور اس کا کھانا بدترین کھانا ہے، لہٰذا اپنے ولیمے کو بدترین کے بجائے بہترین بنانے کی کوشش کرتے ہوئے اس کا التزام کرنا چاہئے کہ غریب و مسکین لوگوں کو اس میں نظر انداز نہ کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ کا ایک عجیب قصہ

جو لوگ صرف مالداروں اور عمدہ کپڑے پہن کر آنے والوں کو دعوت دیتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری عزت اسی میں ہے اور غریبوں کو بلانے میں ہماری عزت نہیں، ان کی عبرت کے لیے اس سلسلہ میں ایک قصہ کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا جو تازیانۂ عبرت سے کم نہیں، وہ یہ کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے ولیمہ کی دعوت دی، اور آپ کے جسم پر معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے تھے، آپ ولیمہ میں تشریف لے گئے، تو آپ کو داخل ہونے سے منع کر دیا گیا، آپ واپس چلے آئے اور عمدہ لباس پہنا اور پھر تشریف لے گئے، تو آپ کو ولیمہ میں شریک کر لیا گیا، جب ثرید (روٹی اور شوربے سے مخلوط کھانا) لایا گیا تو آپ نے اپنی آستین اس کھانے پر رکھدی (گویا کہ آستین کو کھانا کھلا رہے ہیں) لوگوں نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس ولیمہ میں اصل میں انہیں کپڑوں کو دعوت ہے، مجھے نہیں، کیونکہ مجھے تو داخل ہونے سے اس لیے منع کر دیا گیا تھا کہ کپڑے اچھے نہیں، یہ کہہ کر آپ رونے لگے، اور فرمایا کہ میرے حبیب (رسول اللہ ﷺ) دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کھانوں سے آپ نے کچھ حاصل نہیں کیا، اور دنیا میں تم ان کے بعد ان کو حقیر سمجھنے رہ گئے۔ (۱)

(۱) مواہب الجلیل: ۴/۴

ولیمہ کی مجلس گناہوں سے پاک ہو

ولیمہ کے بارے میں ایک تعلیم یہ ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو، وہاں کوئی غلط وخلافِ شرع باتیں نہ ہوں، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے پوچھا کہ کیا گھر میں تصویر ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ نے اس گھر میں جانے سے انکار کر دیا جب تک کہ تصویر توڑ نہ دی جائے۔ (۱)

تصویر اسلام میں ناجائز وحرام ہے، اس لیے ان صحابی نے ایسے گھر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جہاں تصویر تھی، اس سے معلوم ہوا کہ جس دعوت میں ناجائز کام ہوں تو وہاں جانا بھی درست نہیں، تو پھر خود اس کا انجام دینا اور ناجائز چیزوں اور محرمات کا اہتمام والتزام کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

لہٰذا جہاں گانا بجانا، میوزک وناچ یا تصویر سازی وویڈیوگرافی یا بے پردگی و بے حیائی اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ ناجائز باتیں ہوں وہاں جانا ناجائز ہے، اور اس کا اہتمام والتزام کرنا اور بھی زیادہ غلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو دعوت دی گئی، جب وہ آئے تو دیکھا کہ گھر کو پردوں سے سجایا گیا ہے، یہ دیکھ کر وہ باہر ہی بیٹھ گئے اور رونے لگے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت کرتے اور الوداعی گھاٹی تک تشریف لاتے تو کہتے "**استودع اللّٰہ دینکم و أماناتکم و خواتیم أعمالکم**" ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کی چادر میں پیوند لگا ہوا تھا، آپ ﷺ نے مشرق کی طرف

---

(۱) سنن بیہقی: ۷/۷، ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے: فتح الباری: ۹/۲۴۹

رخ کیا اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے ، اور فرمایا کہ تم پر دنیا کشادہ ہوگئی ، تین بار فرمایا ، پھر کہا کہ آج تم بہتر ہو یا اس وقت جب کہ ایک پیالہ اُٹھایا جائے گا تو دوسرا پیالہ لایا جائے گا ، اور تم ایک لباس میں جاؤ گے تو دوسرے لباس میں آؤ گے ، اور تم اپنے گھروں پر کعبہ کی طرح پردے ڈالو گے ۔ حضرت عبداللہ بن یزید کہنے لگے کہ کیا میں نہ روؤں جبکہ تم آج اپنے گھروں پر کعبہ کی طرح پردے ڈال رہے ہو ۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سالم بن عبداللہ کی شادی ہوئی اور ولیمہ میں لوگوں کو دعوت دی گئی ، اور ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے ، اور گھر والوں نے گھر کو بجاد یعنی دھاری دار پردے سے ڈھانپ دیا تھا ، جب وہ تشریف لائے تو دیکھا کہ گھر کی دیواروں پر پردے ڈالے گئے ہیں ، یہ دیکھکر حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ ” کیا تم دیواروں پر بھی پردے ڈالتے ہو؟ حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ اس پر شرمندہ ہو گئے اور فرمایا کہ ہم پر عورتیں غالب ہوگئی ہیں ، (یعنی یہ عورتوں نے کیا ہے اور ہم ان کو منع نہ کر سکے) اس پر حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ ” مَنْ كُنتُ أَخْشٰى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشٰى عَلَيْكَ “ (یعنی اگر مجھے کسی کے بارے میں خوف ہوتا کہ اس کے گھر میں اس طرح کا منکر ہوگا تو آپ کے بارے میں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ کے یہاں بھی ایسا ہوگا) پھر آپ نے کھانا نہیں کھایا ، اور لوٹ گئے ، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوایوب تشریف لائے تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر کسی کام میں اندر مشغول تھے حضرت ابوایوب پردہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے ، جب حضرت عبداللہ بن عمر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو دوڑے اور قسم دے کر کہا کہ آپ اللہ کے لیے ٹھہر جائیں ، وہ

---

(۱) سنن بیہقی : ۷/۲۷۲

ٹھہر گئے اور کہا کہ اے عبداللہ! کیا آپ نے یہ سب کیا ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے دوبارہ تشریف لانے کے لیے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عزم کرلیا ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا۔(۱)

اس واقعہ کے بعد خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، امام احمد نے ''کتاب الزہد'' میں روایت کیا ہے کہ آپ کو ایک شخص نے دعوت دی، آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اس کا گھر پردے سے مستور ہے، ابن عمر نے فرمایا کہ اے فلاں! کب سے کعبہ تیرے گھر میں منتقل ہو گیا پھر جو صحابہ آپ کے ساتھ تھے ان سے فرمایا کہ ہر ایک اس پردے کے اس حصہ کو پھاڑ دے جو اس کے قریب ہے۔ اور ابن وہب اور بیہقی نے روایت کیا کہ آپ کو ولیمہ کی دعوت دی گئی، آپ نے گھر کو پردے سے ڈھکا ہوا دیکھا تو واپس چلے آئے، جب اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے حضرت ابوایوب کا واقعہ ذکر کیا۔(۲)

ان حضرات نے دیوار پر پردے ڈالنے پر نکیر اور اس جگہ جانے سے احتراز اس لیے فرمایا کہ یہ فضول و اسراف میں داخل ہے، معلوم ہوا کہ جہاں فضولیات ہوں وہاں جانا بھی اچھا نہیں، تو خود اس طرح کا کام کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

۞ دعوت قبول کرنے کا حکم

دعوت قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو فرض کفایہ کہا ہے، بعض نے واجب، بعض نے سنت کہا ہے۔

ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ امام مالک اور امام ثوری نے کہا کہ ولیمہ کی دعوت

---

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۱۱۸/۴، کتاب الورع للامام احمد: ۱/۱۲۹، سنن البیہقی: ۲۷۲/۷، بخاری تعلیقاً: ۲/۷۷۸، تغلیق التعلیق لابن حجر: ۴۲۳/۴ (۲) فتح الباری: ۲۵۰/۹

قبول کرنا واجب ہے اور دیگر دعوتوں کا قبول کرنا واجب نہیں، امام شافعی نے کہا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، اور اس کے علاوہ دیگر دعوتیں جن پر ولیمہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے شادی کا کھانا، نفاس کا کھانا، ختنہ کا کھانا، اور کسی بھی پیش آنے والی خوشی کا کھانا، میں اس کے چھوڑنے کے بارے میں رخصت نہیں دیتا، اور جو ان کو چھوڑ دے تو مجھے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ وہ گنہ گار ہے، اور امام طحاوی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے سوائے ولیمہ کے دوسری دعوتوں کے قبول کرنے کے بارے میں کوئی بات منقول نہیں۔ (۱)

ابن عبدالبر ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ " لا أعلم خلافاً في وجوب إتيان الوليمة إذا لم يكن فيها منكر و لهو" (میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ ولیمہ میں اگر کوئی منکر ولہو ولعب نہ ہو تو اس میں جانا واجب ہے)۔ (۲)

ابن حجر نے کہا کہ جمہور شافعیہ وحنابلہ نے تصریح کی ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے، اور امام مالک نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اور بعض شافعیہ و حنابلہ سے مروی ہے کہ یہ مستحب ہے اور بعض سے مروی ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ (۳)

امام محمد عرفہ دسوقی مالکی نے لکھا ہے کہ "ووجوب إجابة الدعوة والحضور إنما هو لوليمة العرس ، وأما ما عداها فحضوره مكروه إلا العقيقة فمندوب، كذا في الشامل ، والذي لابن رشد في المقدمات :أن حضور كلها مباح إلا وليمة العرس فحضورها واجب ، وإلا العقيقة فمندوب. (۴)

(دعوت کے قبول کرنے اور اس میں حاضر ہونے کا وجوب تو بس شادی کے ولیمہ میں ہے، اور رہی دوسری ضیافتیں تو ان میں حاضری مکروہ ہے سوائے عقیقہ کے

(۱) التمہید لابن عبدالبر: ۱۷۸/۱۰ (۲) التمہید: ۱۷۹/۱۰ (۳) فتح الباری: ۲۳۲/۹ (۴) حاشیۃ الدسوقی: ۳۳۷/۲

کہ اس میں مستحب ہے، کتاب ''الشامل'' میں اسی طرح ہے، لیکن ابن رشد کے مقدمات میں یہ ہے کہ تمام دعوتوں میں حاضری جائز ہے مگر ولیمہ میں واجب اور عقیقہ میں مستحب ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، اور زیادہ تر علماء نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ :"اختلف في إجابة الدعوى، قال بعضهم : واجب لا يسع تركها ، قال العامة: هي سنة ، والأفضل أن يجب إذا كانت وليمة وإلا فهو مخير ، والإجابة أفضل لأن فيها إدخال السرور في قلب المؤمن" ۔(۱)

(دعوت کے قبول کرنے کے سلسلہ میں اختلاف کیا گیا ہے، بعض نے کہا کہ واجب ہے اس کے ترک کی گنجائش نہیں، عام علماء کا کہنا ہے کہ یہ سنت ہے، اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ کی دعوت ہے تو قبول کرنا واجب ہے، ورنہ اختیار ہے، اور ان میں بھی افضل یہ ہے کہ قبول کرے اس لیے کہ اس میں مؤمن کے دل کو خوش کرنا ہے)

❁ دعوت کے قبول کرنے کے سلسلہ میں احادیث

دعوت کے قبول کرنے کے سلسلہ میں تین قسم کی احادیث آئی ہیں: ایک میں مطلقاً دعوت کا ذکر ہے، کسی خاص قسم کی تخصیص نہیں، اور دوسری میں ولیمہ کی دعوت کا بالخصوص ذکر ہے، اور تیسری میں ولیمہ اور غیر ولیمہ ہر قسم کی دعوت کی تصریح ہے: مثلاً

پہلی قسم کی احادیث

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ '' مَنْ دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ ،فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ (تم

(۱) بحوالہ شامی: ۶/ ۳۴۷

میں سے جس کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ اس کو قبول کرے ، اگر جی چاہے تو کھائے ورنہ چھوڑ دے)، ابن ماجہ میں "وھو صائم " (جبکہ وہ روزے سے ہو) کا اضافہ بھی ہے، اور امام احمد کی روایت میں "**إلی طعام**" نہیں ہے۔ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**مَنْ دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَطْعَمْ**. (تم میں سے جس کو دعوت دی جائے وہ اس کو قبول کرے، پس اگر وہ روزہ سے ہو تو دعاء کر دے، اور اگر روزہ سے نہ ہو تو کھالے) "ترمذی" میں "**إلی طعام**" کا اضافہ ہے اور آخری جملہ نہیں ہے۔ (۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ، قِيْلَ :وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ ،وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ.**

(مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں یا رسول اللہ! فرمایا کہ جب تو اس سے ملے تو اس کو سلام کر، جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر، اگر وہ نصیحت چاہے تو اس کو نصیحت کر، جب وہ چھینک کر "**الحمد للّٰه**" کہے تو اس کا (**یرحمک اللّٰہ** سے) جواب دے، جب وہ بیمار ہو تو عیادت کر، اور جب مر جائے تو جنازہ میں شریک ہو) (۳)

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

---

(۱) مسلم: ۲۵۸۳، ابو داؤد: ۳۲۴۹، ابن ماجہ: ۱۷۴۱، مسند احمد: ۱۴۶۸۴ (۲) مسلم: ۲۵۸۴، ابو داؤد: ۲۱۰۴، ترمذی: ۱۱۷، احمد: ۱۰۱۸۰ (۳) مسلم: ۴۰۲۳، احمد: ۸۴۹۰، و اللفظ لهما، ترمذی: ۲۶۶۱، نسائی: ۱۹۱۲

’’حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلاَمِ ،وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ‘‘(مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک کر الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دینا)(۱)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’ اِئْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيْتُمْ‘‘(جب دعوت دی جائے تو تم دعوت میں جاؤ)(۲)

ان احادیث میں مطلقاً دعوت کا ذکر ہے، اور دعوت کو قبول کرنے کی ترغیب یا حکم دیا گیا ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مطلق بول کر خاص دعوتِ ولیمہ مراد لی گئی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں مطلقاً ہر قسم کی دعوت مراد ہو۔ بعض علماء نے اس قسم کی مطلق احادیث کو مقید پر محمول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان احادیث میں بھی دعوتِ ولیمہ ہی مراد ہے، علامہ ابو المحاسن الحنفی نے ’’ مشکل الآثار‘‘ کی تلخیص ’’ **معتصر المختصر**‘‘ میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔(۳)

اور علامہ ابن عبد البر نے ’’ **التمهيد**‘‘ میں اس کے خلاف یہ تحقیق کی ہے کہ یہ احادیث مطلق ہیں اور اس سے ہر قسم کی دعوت مراد ہے، اولاً انہوں نے اس سلسلہ کی متعدد روایات جمع کیں، پھر فرمایا کہ: ہم نے جو صحیح احادیث وآثار پیش کئے ہیں جن کو ائمہ نے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے، ان سے اس بات پر حجت قائم ہے کہ دعوت یہاں اپنے عموم پر ہے کسی ایک دعوت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔(۴)

❁ دوسری قسم کی احادیث

(۱) حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’ إِذَا دُعِيَ

---

(۱) بخاری: ۱۱۶۴، واللفظ لہ، مسلم: ۴۰۲۲، ابو داوٗد: ۴۳۷۵، ابن ماجہ: ۱۴۲۵، احمد: ۸۰۴۷

(۲) مسلم: ۲۵۷۷، ترمذی: ۱۰۱۷ (۳) معتصر المختصر: ۲۹۶/۱ (۴) التمہید: ۲۷۴/۱

أحَدُكم إلىٰ الوَلِيْمَةِ فَلْيَأْتِهَا“(کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس کو جانا چاہئے)(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”أَجِيْبُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيْتُمْ “(اس یعنی ولیمہ کی دعوت قبول کرلو جب تمہیں اس کی دعوت دی جائے)(۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ” شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَّأْتِيْهَا وَيُدْعٰى إِلَيْهَا مَنْ يَّأْبَاهَا،وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ“(بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں آنے والوں کو منع کیا جائے اور نہ آنے والوں کو بلایا جائے ،اور جس نے دعوت چھوڑ دی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی)(۳)

ان احادیث میں سے پہلی دو میں ولیمہ کی دعوت کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے،اور آخری حدیث میں اگرچہ دعوت کے ساتھ ولیمہ کا لفظ نہیں ہے تاہم سیاق وسباق سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ مراد ولیمہ ہے، کما لا یخفی۔

ان احادیث سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ جس دعوت میں جانے کی تاکید ہے اس سے مراد صرف ولیمہ کی دعوت ہے ،دوسری دعوتوں میں جانے کی تاکید نہیں،امام شافعی کی تحقیق جوانہوں نے اپنی ”کتاب الام“ میں پیش کی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے،اس کا حوالہ میں اوپر دے آیا ہوں ،اور اکثر علماء نے اس پر حضرت عثمان بن ابی العاص کے اس اثر سے استدلال کیا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ابن قدامہ نے بھی اسی سے ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں جانے

(۱) بخاری: ۵۱۷۳،مسلم:۲۵۷۵،ابو داؤد:۳۲۴۷: (۲) بخاری:۴۷۸۱ (۳)مسلم:۲۵۸۶، مسند حمیدی:۴۹۳/۲

کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے اور اس کا حوالہ بھی گزر گیا۔

تیسری قسم کی احادیث

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " مَنْ دُعِيَ إِلٰى عُرُسٍ أَوْ نَحْوِهِ فَلْيُجِبْ "(جس کو شادی کے ولیمہ یا کسی اور کی دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے)(۱)

اور اس حدیث میں امام ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں: **إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرُساً كَانَ أَوْ غَيْرَهُ** "(جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو اس کو چاہئے کہ وہ قبول کرے خواہ شادی ہو یا کچھ اور ہو)(۲)

اس قسم کی احادیث سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت اس کا قبول کرنا واجب ہے، ابن عبد البر کی بھی یہی رائے ہے جیسا کہ اوپر نقل ہوا۔

علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہوئے بعض شافعیہ نے کہا کہ دعوت کا قبول کرنا واجب ہے، خواہ ولیمہ کی ہو یا کوئی اور دعوت، اور ابن حزم الظاہری نے یہ زعم کیا ہے کہ یہی جمہور صحابہ و تابعین کا قول ہے، مگر حضرت عثمان بن ابی العاص سے جو حدیث ہم نے نقل کی ہے وہ اس کے خلاف پڑتی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے کہا ہم نہ ختنہ کی دعوت میں جاتے تھے اور نہ ہم کو بلایا جاتا تھا، ہاں اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صحابہ کو دعوت دی جاتی تو منع نہ کرتے۔(۳)

علامہ ابو المحاسن حنفی نے "مشکل الآثار" کی تلخیص میں کہا کہ اس حدیث میں

---

(۱) مسلم: ۹/۲۵۷، مسند ابو عوانہ: ۳/۶۲، سنن بیہقی: ۷/۲۶۲ (۲) ابو داؤد: ۳۲۴۸ (۳) خلاصہ از فتح الباری: ۹/۲۴۷

یہ الفاظ" عرس او نحوہ "ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نہ ہوں؛ کیونکہ اس حدیث کا مدار حضرت ابن عمر پر ہے اور ان کی دیگر روایات میں یہ زیادتی نہیں ہے، اور حضرت عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے کہ ہم ختنہ کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اور نہ ہم کو اس کی دعوت دی جاتی تھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ جس دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جایا کرتے تھے وہ خاص کھانا ہے۔(۱)

الغرض اکثر حضرات نے کہا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں جانا تو سنت یا واجب ہے مگر دوسری دعوتوں میں جانا واجب یا ضروری نہیں، بلکہ اختیار ہے، خواہ جائے یا نہ جائے۔

❁ واجب یا سنت؟

انہی احادیث کے پیش نظر ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے یا واجب؟ اس میں اختلاف ہوا ہے؛ کیونکہ بعض احادیث میں امر کے صیغہ سے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور بعض میں دعوت قبول نہ کرنے والے کو اللہ و رسول کا نافرمان کہا گیا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ" (سب سے بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو نظر انداز کر دیا جائے، اور جس نے دعوت ترک کر دی اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی)(۲)

اس سے بہت سے علماء ولیمہ کی دعوت قبول کرنے اور اس میں جانے کو واجب

(۱) معتصر المختصر: ۱/۲۹۶ (۲) بخاری: ۹۷۷ ۴، مسلم: ۲۵۸۵، مسند ابوعوانہ: ۳/۶۳، ابوداؤد: ۴۲ ۷ ۳، دارمی: ۲/۱۴۳

فرماتے ہیں ،اور بعض حضرات اس کوسنیت پر محمول کرتے ہیں ،اور اللہ ورسول کی نافرمانی کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ: جو ولیمہ میں شرکت کا قائل ہی نہ ہووہ اللہ و رسول کا نافرمان ہے، یعنی جواس کواچھا کام نہ سمجھتا ہو۔ابن عبدالبر نے یہ تاویل نقل کی ہےاور فرمایا کہ یہ اس حدیث کا بہترین محمل ہے۔(۱)

روزہ دار ہوتو کیا کرے

اگر کوئی شخص روزہ سے ہوتو اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے ؟ اس کے بارے میں اوپر حدیث گزری کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **مَنْ دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَطْعَمْ**۔(تم میں سے جس کو دعوت دی جائے وہ اس کو قبول کرے، پس اگر وہ روزہ سے ہوتو دعاء کردے،اوراگر روزہ سے نہ ہوتو کھالے)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کودعوت دی اور آپ اور صحابہ تشریف لائے ،جب کھانا رکھا گیا تو ایک صاحب نے کہا کہ میں روزے سے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے تمہیں دعوت دی اوراس کے لیے تکلف کیا ہے، لہٰذا کھالواوراس کے بدلے میں اگر چاہوتو روزہ رکھ لو۔(۲)

اس حدیث کی سند کے بارے میں علامہ ابن حجرعسقلانی نے کہا کہ حسن ہے۔(۳)

علماءفرماتے ہیں کہ اگر فرض روزہ ہے(جیسے نذر ومنت کا) تو روزہ نہ توڑے بلکہ اس حدیث کے مطابق داعی کو دعاء دیکر چلا آئے ،اوراگر روزہ نفلی ہےتو یہ دیکھے کہ روزہ باقی رکھنے سے دعوت دینے والے کوافسوس یا دکھ ہوتو روزہ توڑ دینا افضل ہے

---

(۱)التمہید :۱/۲۷۲ (۲) معجم اوسط للطبرانی:۳/۳۰۶،سنن بیہقی:۴/۲۷۹ (۳) فتح الباری:۴/۲۱۰

اور اگر معذرت کرنے سے اس کو افسوس نہ ہو تو روزہ پورا کرنا افضل ہے۔ (۱)

ولیمہ میں صرف حاضری لازم ہے یا کھانا؟

ولیمہ یا کسی دعوت میں صرف حاضری ضروری ہے یا وہاں کھانا کھانا بھی لازم ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صرف حاضری ضروری ہے، کھانا لازم نہیں؛ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**مَنْ دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ ،فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ**" (تم میں سے جس کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ اس کو قبول کرلے، اگر جی چاہے تو کھائے ورنہ چھوڑ دے)، ابن ماجہ میں "**وهو صائم**" (جبکہ وہ روزے سے ہو) کا اضافہ بھی ہے، اور امام احمد کی روایت میں "**إلى طعام**" نہیں ہے۔ (۲)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف حاضری کافی نہیں، بلکہ کھانا بھی چاہئے، کیونکہ حاضر ہو کر کھانا نہ کھانا داعی کا مذاق اور اس سے استہزاء ہے۔ (۳)

شرکت ولیمہ کے لیے اعذار

یہ شرکت بعض اعذار کی وجہ سے معاف ہو جاتی ہے، علماء نے ان پر مستقل کلام کیا ہے، ان میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) ولیمہ کی دعوت دینے والا اگر غیر مسلم ہو تو شرکت سنت یا واجب نہیں؛ کیونکہ دعوت کا قبول کرنا مسلمان کا حق ہے اور اس میں اس کی تکریم ہے اور کافر کا نہ یہ حق ہے اور نہ اس کی تکریم مطلوب ہے، ہاں اس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے؛ کیونکہ

---

(۱) فتح الوھاب: ۱۰۵/۲، الانصاف: ۳۲۱/۸ (۲) مسلم: ۲۵۸۳، ابوداؤد: ۳۲۴۹، ابن ماجہ: ۱۷۴۱، مسند احمد: ۱۴۶۸۴ (۳) تفصیل کے لیے دیکھو: فتح الباری: ۲۴۸/۹، عمدۃ القاری: ۱۳۴/۱۴، شامی: ۳۴۷/۶، نیل الاوطار: ۳۲۷/۶

اللہ کے نبی ﷺ غیر مسلموں کی دعوت میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ (۱)

(۲) دعوت عامہ نہ ہو، اگر دعوت عام ہو، خاص نہ ہو، مثلاً داعی نے یہ اعلان کر دیا کہ جو چاہے آئے، یا کسی سے کہہ دیا کہ جس کو چاہو بلالاؤ تو ایسی دعوت میں شرکت سنت یا واجب نہیں۔ (۲)

(۳) وہاں کوئی چیز ایذاء دینے والی نہ ہو، مثلاً کوئی اور شخص وہاں مدعو ہو جس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو، یا وہاں اراذل یعنی فاسق و فاجر لوگ ہوں جن میں بیٹھنے میں ذلت معلوم ہوتی ہو تو جانا سنت و واجب نہیں۔ (۳)

(۴) کوئی شرعی عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے جماعت نماز ساقط ہو جاتی ہے، پس اگر ایسا کوئی عذر ہو تو ولیمہ میں شرکت لازم و ضروری نہیں رہتی۔ (۴)

(۵) پہلے سے کوئی اور شخص دعوت دے چکا ہو، تو اس صورت میں بھی اس دوسرے ولیمہ کا قبول کرنا اور اس میں جانا لازم نہیں، بلکہ جس نے پہلے دعوت دی اس کی دعوت میں جانا چاہئے، اور اگر دو شخص ایک ساتھ دعوت دینے آجائیں تو جس کا گھر قریب ہو اس کی دعوت قبول کرے۔

حدیث میں اس مسئلہ کی صراحت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "**إذا اجتمع الداعيان فأجب أقربهما باباً، فإن أقربهما باباً أقربهما جواراً، وإن سبق أحدهما فأجب الذي سبق**" (اگر دو داعی جمع ہو جائیں تو جس کا دروازہ قریب ہو اس کی دعوت قبول کر؛ کیونکہ جس کا دروازہ قریب ہے وہ پڑوس میں بھی قریب ہے اور اگر ان میں سے ایک پہلے آیا تو جو پہلے آیا اس کی قبول کر) (۵)

---

(۱) المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۱۳، مغنی المحتاج: ۳/۲۴۶، الانصاف: ۸/۳۲۰، فتح الوھاب: ۲/۱۰۴

(۲) مغنی المحتاج: ۳/، فتح الوھاب: ۲/۱۰۴ (۳) مغنی المحتاج: ۳/۲۵۰ فتح الوھاب: ۲/۱۰۴

(۴) مغنی المحتاج: ۳/۲۴۹، فتح الوھاب: ۲/۱۰۵ (۵) سنن بیہقی: ۷/۲۷۵

شرکت ولیمہ کے شرائط

دعوتِ ولیمہ قبول کرنے اور اس میں شرکت کا حکم معلوم ہو گیا، اب یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ علماء نے دعوت میں شرکت کے جواز کے لیے چند شرائط بھی بیان فرمائے ہیں اگر وہ پائے جائیں تو جانا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

مغنی المحتاج میں اس پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اور دیگر علماء نے بھی اس پر سیر حاصل بحث کی ہے، ہم یہاں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

ولیمہ میں مالداروں کی تخصیص نہ ہو

ایک شرط یہ ہے کہ ولیمہ میں صرف مالداروں کو دعوت نہ دی گئی ہو، اگر صرف مالداروں کو دعوت دی گئی ہو تو وہ ولیمہ بدترین ولیمہ ہے جیسا کہ حدیث گزر گئی، اور ایسے ولیمہ میں شرکت سنت نہیں، بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔ (۱)

منکرات نہ ہوں

دوسری شرط یہ ہے کہ وہاں کوئی منکر و ناجائز بات نہ ہو، اگر کوئی منکر ہو تو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تھوڑی سی تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر جانے سے پہلے ہی معلوم ہو جائے کہ وہاں منکرات ہیں تو یہ دیکھے کہ اس میں جانے سے یہ منکر رک جائے گا تب تو ضرور جانا چاہئے تا کہ ایک منکر سے روکنے کا فریضہ ادا ہو، اور اگر اس میں جانے سے منکر کے رک جانے کا کوئی امکان نہیں ہے تو وہاں جانا ہی نہیں چاہیے، بلکہ وہاں جانا ناجائز ہے، اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تھا، جانے کے بعد معلوم ہوا تو اولاً کوشش کرنا چاہئے کہ منکر کو روک دے اور ان لوگوں کو نہی عن المنکر کرے، اگر وہ

(۱) مغنی المحتاج: ۲۴۶/۳، الانصاف للمرداوی: ۳۲۱/۸

منکر سے رک جائیں تو فبہا ورنہ واپس چلا آئے بشرطیکہ ان لوگوں کی طرف سے کوئی خدشہ وخوف نہ ہو۔ اگر خوف وخدشہ ہو تو دل دل میں منکر کی برائی رکھتے ہوئے صبر کرے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے جبکہ یہ مدعو مقتدی لوگوں میں سے نہ ہو، اور اگر وہ مقتدی ہو مثلاً عالم ہو، امام ہو تو اس کو وہاں سے نکل جانا چاہئے۔(۱)

❁ علماء کے لیے لمحہ فکریہ

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی حضرات جیسے علماء کرام ومفتیان عظام وائمہ مساجد، مدارس کے مدرسین وغیرہ کو ایسے ولیمے کی مجالس میں شرکت نہ کرنا چاہئے جہاں منکرات ہوتے ہیں اور ان کے جانے سے بھی اس میں کوئی فرق نہیں آتا، اور اگر جانے کے بعد معلوم ہو تو وہاں سے واپس چلے آنا چاہئے۔

بلکہ ''الانصاف'' میں مرداوی نے اور ''کشف القناع'' میں البھوتی نے لکھا ہے کہ اہل علم وفضل کے لیے دعوت میں جانے میں جلدی کرنا اور اس میں سہولت پسندی کا معاملہ کرنا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس میں ذلت وہلکا پن ہے۔(۲)

ایک علمی نکتہ

اس مسئلہ سے متعلق علامہ ابن القیم نے ایک عمدہ نکتہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے : ونص الإمام على أنه إذا شهد الجنازة فراى فيها منكراً لا يقدر على إزالته:إنه لا يرجع ،ونص على أنه دعي إلى وليمة عرس ،فراى فيها منكراً لا يقدر على إزالته:إنه يرجع ،فسئلتُ شيخنا عن الفرق ،فقال:لأن الحق في الجنازة للميت فلا يترك حقه لما فعله الحى

---

(۱) مغنی المحتاج: ۳/۲۴۷، ہدایۃ: ۴/۸۰، درمختار وشامی: ۶/۳۴۸ (۲) الانصاف: ۸/۳۲۱، کشف القناع: ۵/۱۶۷، الفروع: ۵/۲۲۷

من المنكر،والحق في الوليمه لصاحب البيت،فإذا أتى فيها بالمنكر فقد أسقط حقه من الإجابة" (امام احمد نے تصریح کی ہے کہ اگر جنازہ میں حاضر ہوا اور وہاں کوئی منکر بات دیکھا جس کے ازالہ کی طاقت نہ ہوتو واپس نہ لوٹے، اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ دعوت ولیمہ دی گئی اور وہاں کوئی منکر دیکھا جس کے ازالہ کی قدرت نہ ہوتو وہ واپس چلا آئے، میں نے ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) سے ان دو مسئلوں کا فرق پوچھا تو فرمایا کہ جنازہ میں شرکت میت کا حق ہے، زندہ کے کسی منکر کو کرنے سے اس کا حق چھوڑا نہیں جائے گا اور ولیمہ میں حق گھر والے (داعی) کا ہے جب اسنے اس میں منکر کو اختیار کیا تو اس نے خود ہی اپنا حق اجابت ساقط کر دیا)[1]

ولیمہ مال حرام سے نہ ہو

اور تیسری شرط یہ ہے کہ دعوت دینے والے کا مال حرام نہ ہو، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اسلام میں مال حرام کی بہت زیادہ سخت مذمت وارد ہوئی ہے، لہٰذا جس کا مال حرام ہو اس کی دعوت میں نہ جانا چاہئے، جیسے کسی کا ناجائز کاروبار ہو، یا کوئی بینک کا ملازم ہو یا حرام پیشہ کرتا ہو وغیرہ، تو ایسے لوگوں کی دعوت میں جانا جائز نہیں ہے۔

اور اگر کسی کا مال حرام وحلال دونوں طرح کا ہو مثلاً جائز کاروبار بھی کرتا ہو اور ناجائز بھی، اور دونوں قسم کی آمدنیات اس کو وصول ہوتی ہوں، تو اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: ایک یہ ہے کہ اس کا کھانا مطلقاً حرام ہے، لہٰذا اس دعوت میں نہ جائے، امام احمدؒ سے جب پوچھا گیا کہ جو سودی معاملہ کرتا ہو اس کے یہاں کھایا

(۱) إعلام الموقعين: ۲۰۹/۴

جائے؟ تو فرمایا کہ نہیں، اور ''الرعایۃ الکبری'' میں ہے کہ بلاضرورت حرام سے مخلوط مال نہ کھائے، دوسرا قول یہ کہ اگر حرام مال ثلث (تہائی) سے زیادہ ہو تو اس کا کھانا حرام ہے، تیسرا یہ کہ حرام اگر اکثر ہو تو کھانا ناجائز ہے، چوتھا یہ کہ اس کی دعوت کا کھانا ہر صورت میں جائز ہے خواہ حرام کم ہو یا زیادہ۔(۱)

داعی فاسق وفاجر نہ ہو

دعوت دینے والا فاسق وشریر ہو تو اس میں جانا سنت وواجب نہیں، بلکہ منع ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'' **نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ إِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ**'(کہ نبی کریم ﷺ نے فاسق لوگوں کے کھانے کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا)(۲)

میں کہتا ہوں کہ اس کو علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس میں ابومروان الواسطي ہیں، ان کے حالات کس نے لکھے مجھے معلوم نہیں، اور ابن حجر نے فتح الباری میں اس کا ذکر کیا اور اس پر سکوت کیا ہے۔(۳)

ولیمہ فخر وبڑائی کے لیے نہ ہو

اگر ولیمہ کی دعوت محض فخر ودکھاوے کے لیے کرتا ہو، تو اس میں جانا بھی منع ہے، ایک حدیث میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ'' **أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ** '' (نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے پر فخر کرنے والے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا)(۴)

---

(۱) فتح الوھاب:۲/۱۰۴، الانصاف:۸/۳۲۲، کشف القناع:۵/۱۶۷ (۲) معجم اوسط:۱/۱۴۰، معجم کبیر:۱۸/۱۶۸، شعب الایمان:۵/۶۸ (۳) دیکھو مجمع الزوائد:۴/۵۴، فتح الباری:۹/۲۵۰
(۴) ابوداؤد:۳۲۶۲، مستدرک:۴/۱۴۳

حاکم نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے، لیکن بعض محدثین جیسے محی السنہ امام بغوی نے کہا کہ یہ روایت عکرمہ عن النبی ﷺ مرسلاً آئی ہے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ محض دکھاوے اور اپنی شان بان ظاہر کرنے کے لیے ولیمہ کی دعوتیں کرتے ہیں اس میں جانا بھی منع ہے، اور اس کا علم اس طرح ہوگا کہ اسراف وفضولیات اور ناجائز امور اس میں شامل ہوں۔

علامہ شامی ''البنایہ'' کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ وہ دعوت جس سے مقصود فخر وشان کا اظہار ہو یا اپنی تعریف مقصود ہو اس میں جانا مناسب نہیں، بالخصوص اہل علم کے لیے، کیونکہ کہا گیا ہے کہ جس نے کسی کے پیالے میں ہاتھ ڈالا وہ اس کے سامنے ذلیل ہو گیا۔ (۲)

بلا دعوت جانا حرام

ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت اس میں طفیلی بن کر جانا یعنی بلا دعوت جانا جائز نہیں، حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ '' **مَنْ دَخَلَ مِنْ غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقاً وَخَرَجَ مُغِيْراً** '' (جو بغیر دعوت کے داخل ہوا وہ چوری کرتا ہوا داخل ہوا اور لوٹتا ہوا باہر نکلا) (۳)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ '' **مَنْ دَخَلَ عَلٰى قَوْمٍ لِطَعَامٍ لَمْ يُدْعَ إِلَيْهِ فَأَكَلَ دَخَلَ فَاسِقاً وَ أَكَلَ مَا لاَ يَحِلُّ لَهُ** ''(جو شخص لوگوں کے پاس ایسے کھانے کے لیے داخل ہوا جس میں اس کو بلایا نہیں گیا اور وہاں کھانا کھایا تو وہ فاسق ہو کر داخل ہوا اور ایسی چیز کھایا جو

---

(۱) مشکوۃ المصابیح بتعلیقات الشیخ الالبانی: ۲/۹۶۲ (۲) شامی: ۶/۳۴۷ (۳) ابوداؤد: ۳۲۵۰، سنن بیہقی: ۷/۲۶۵، شعب الایمان: ۷/۱۰۴، مسند الشہاب للقضاعی: ۱/۳۱۴

اس کے لیے حلال نہیں ہے)(۱)

پہلی حدیث کی سند میں ابان بن طارق ہے جس کو مجہول راوی قرار دیا گیا ہے، نیز اس کی سند میں درست بن زیاد بھی ہے جس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے۔(۲)

میں کہتا ہوں کہ درست بن زیاد کی متابعت خالد بن حارث نے کی ہے جیسا کہ ابن الجوزی کی "**العلل المتناهية**"میں موجود ہے، پھر اوپر جو دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ذکر کی گئی یہ اس کی شاہد ہے، نیز امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے، اس طرح اس کے دو شواہد موجود ہیں اور یہ دونوں بھی اگر چہ ضعیف ہیں ؛ کیونکہ بقول امام بیہقی ان دونوں کی سند میں یحیی بن خالد مجہول راوی ہے، لیکن یہ بات اصول حدیث میں مسلم ہے کہ اگر متعدد ضعیف حدیثیں ہوں تو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، اس طرح یہ متعدد حدیثیں سب مل ملا کر قابل احتجاج ولائق استدلال ہو جاتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلا دعوت کھانا کھانا جائز نہیں، پھر اللہ کے نبی ﷺ کا طرز عمل بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ کو پانچ صحابہ کے ساتھ ابوشعیب نامی صحابی نے دعوت دی، جب آپ تشریف لے جا رہے تھے تو ایک شخص آپ کے ساتھ ہو گئے جن کو دعوت نہیں تھی، جب آپ ابوشعیبؓ کے دروازے پر پہنچے تو ان سے فرمایا کہ تم نے پانچ کو دعوت دی تھی، ہمارے ساتھ یہ ایک شخص اور آ گیا ہے اگر تم اجازت دو تو یہ آئے گا ورنہ لوٹ جائے گا، انہوں نے کہا کہ میں ان کو اجازت دیتا ہوں۔(۳)

---

(۱)شعب الایمان :۱۰۴/۷(۲)العلل المتناهية:۵۲۶/۲،الترغیب والترہیب:۱۰۴/۳ (۳) بخاری:۱۹۳۹،مسلم:۳۷۹۷،ترمذی:۱۸۱۰،احمد:۱۴۷۳۰،سنن بیہقی:۲۶۴/۷،شعب الایمان:۱۰۴/۷

علماء لکھتے ہیں کہ بلا دعوت ولیمہ وغیرہ میں جانا حرام ہے، ہاں اگر دوشخصوں میں ایسا تعلق وآپسی انس ہو کہ اس کے جانے سے دوسرے کو کوئی اعتراض نہ ہو تو بلا دعوت بھی جانے کی گنجائش ہے۔ (۱)

علامہ البجیرمی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے کسی عالم یا صوفی بزرگ کو دعوت دی اور وہ اپنے ساتھ ایک جماعت کو لیکر آئے تو ان کا وہاں اس طرح آنا ناجائز ہے تاوقتیکہ مالک کی رضا معلوم نہ ہو۔ (۲)



فائدہ

علامہ ابن حجر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے ایک جزء میں طفیلیوں کے متعلق احادیث وآثار اور اخبار جمع کئے ہیں، اس میں بہت سے فوائد ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ بلا دعوت شریک دعوت ہونے والے کو طفیلی اس لیے کہتے ہیں کہ طفیلی عبداللہ بن غطفان کی اولاد میں سے ایک شخص کی طرف منسوب ہے جس کو طفیل کہا جاتا تھا، اور کثرت کے ساتھ بغیر دعوت کے ولیموں میں شرکت کیا کرتا تھا، لہٰذا اس کو طفیل العرائس کا نام دیدیا گیا تھا، پھر ہر اس شخص کو طفیلی کہا جانے لگا جو اس سے متصف ہو۔ (۳)

ولیمہ کے متعلق متفرق احکامات

یہاں بعض متفرق احکامات جن کا ولیمہ یا مطلق دعوت سے تعلق ہے لکھے جاتے ہیں:

(۱) کسی کے یہاں دعوت میں جائے تو پیٹ پھر کر یا اپنی ضرورت کے بقدر کھانا کھائے، حد سے زائد کھانا جائز نہیں، ایک تو اس لیے کہ مالک کی طرف سے اس

---

(۱) مغنی المحتاج:۳/۲۴۹، اعانۃ الطالبین:۳/۳۶۹، فتح الوھاب: ۲/۱۰۴ (۲) حاشیہ البجیرمی :۳/۴۳۳ (۳) فتح الباری:۹/۵۶۰، مغنی المحتاج:۳/۲۴۹

کی اجازت نہیں ہے، دوسرے اس لیے کہ اس سے طبیعت بگڑتی ہے۔ (۱)

(۲) جب کوئی دعوت دے اور دعوت میں کھانا لاکر رکھدے تو یہ کھانے کی اجازت ہے، دوبارہ اجازت کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں، جبکہ اس شہر کا عرف یہی ہو بلکہ دوبارہ انتظار خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ (۲)

(۳) دعوت میں جو کھانا رکھا جاتا ہے دعوتی اس کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مالک تو وہی صاحب مکان یعنی داعی ہے، اس لیے اس کی اجازت کے بغیر اس میں سے کسی کو کھانا اُٹھا کر دینا جائز نہیں، جیسے کسی غریب وفقیر کو یا کسی اور کو اس میں سے بلا اجازت نہیں دے سکتے، اسی طرح اس میں سے بلی وغیرہ کو بھی نہیں ڈالا جا سکتا، بلکہ ایسا کرنا حرام ہے، ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ داعی اس سے راضی ہو جائے گا تو پھر جائز ہے۔ (۳)

(۴) دعوت میں اپنے ساتھ دعوت میں شریک لوگوں کو کھانا ڈالنا جائز ہے، بشرطیکہ مالک اس سے راضی ہو، اور یہ بات عرف پر مبنی ہے، جہاں ایسا عرف ہو کہ ضیافت میں مہمان ایک دوسرے کو ڈالتے ہیں تو وہاں اس کی اجازت ہوگی، فقہ شافعی کی کتاب ''روضۃ الطالبین'' اور ''فتح الوھاب'' میں ہے کہ مہمان لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کھانا ڈالیں تو جائز ہے، مگر یہ اس صورت میں ہے کہ کسی کے لیے کوئی خاص کھانا وہاں نہ ہو۔ (۴)

میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک درزی لڑکے نے اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کی، میں بھی آپ کے

---

(۱) حاشیۃ البجیرمی: ۳/۴۳۴، فتح الوھاب: ۲/۱۰۶ (۲) الانصاف: ۸/۳۳۹، منار السبیل: ۲/۱۸۷، کشف القناع: ۵/۱۷۲ (۳) الانصاف: ۸/۳۳۹، کشف القناع: ۵/۱۶۹ (۴) روضۃ الطالبین: ۷/۳۳۹، فتح الوھاب: ۲/۱۰۵

ساتھ گیا،اس نے ایک برتن میں ثرید پیش کیا جس میں کدو بھی تھا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس پیالے سے کدو تلاش کررہے ہیں، یہ دیکھ کر میں نے کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھ دیئے،اور میں خود بھی اس کے بعد سے کدو کو چاہنے لگا۔(۱)

علامہ نووی نے صحیح مسلم کے جو ابواب قائم کئے ہیں ان میں اس حدیث پر انہوں نے یہ باب قائم کیا ہے" وإيثار أهل المائدة بعضهم بعضاً وإن كانوا أضيافاً إذا لم يكره ذلك صاحب الطعام"(دستر خوان پر موجود لوگوں کا ایک دوسرے پر ایثار کا معاملہ کرنا اگر چہ کہ وہ مہمان ہو جبکہ یہ بات کھانا کھلانے والے کو بری نہ لگے) پھراس کی شرح میں بھی اسی کی وضاحت کی ہے۔(۲)

اسی طرح علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی تشریح میں اس سے مستنبط فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان ایک دوسرے کو سامنے رکھے کھانے میں سے ڈال سکتے ہیں۔(۳)

(۵) جو چیز دعوت میں مقررہ عدد میں دی جاتی ہے،اس کو اس مقدار سے زیادہ لینا بھی ممنوع ہے مثلاً میٹھا ایک کٹوری کھایا جاتا ہے،اور اتنا ہی دیا جاتا ہے،اس کا اس سے زیادہ بغیر مالک کی اجازت کے کھانا یا ایک دوسرے کو ڈالنا ممنوع ہوگا۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

---

(۱) بخاری:۱۵۵۰، مسلم:۳۸۰۴،مسند ابوعوانہ:۱۸۵/۵(۲) شرح مسلم:۱۸۰(۳) فتح الباری: ۵۲۶/۹